یوم آزادی نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 13 اگست 2022ء | 15 محرم 1444 ہجری قمری | 13 ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 169

فرمانِ رسولؐ

حضرت اُم الفضل بن الحارث ؓ بیان کرتی ہیں: ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت حسینؓ کو آپ کی گود میں دے دیا۔ کچھ دیر بعد میں نے توجہ کی تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، میں نے پوچھا: یا نبی اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے تھے، انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت اس کو شہید کر دے گی۔ میں نے پوچھا: اس کو؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اور وہ اس (مقام شہادت) کی سرخ مٹی بھی میرے پاس لائے۔

(المستدرك، کِتَابُ مَعۡرِفَةِ الصَّحَابَةِ، اَوَّلُ فَضَائِلِ اَبِی عَبۡدِ اللّٰہِ الۡحُسَيۡنِ… حدیث: 4818)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

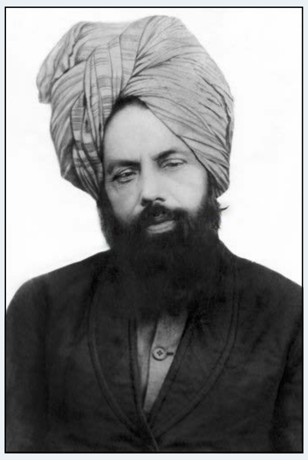

- ’’دیکھو حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہمیشہ ناز ونعمت میں پرورش پائی تھی اور سیّد سیّد کر کے پکارے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی تو سختی کا زمانہ نہ دیکھا۔ ان کو ایسے ایسے زمانے دیکھنے کا موقعہ ہی نہ ملا تھا کہ وہ اُن صحابہ کے مراتب کو پہنچ سکتے۔ ان کی ساری زندگی ناز ونعمت میں گذری تھی نہ انہوں نے کسی جہاد میں حصہ لیا تھا نہ کسی کفر ہی کو توڑا تھا تو خدا نے جو اُن کو شہید کیا۔ کیا اُن پر ظلم کیا؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے پچاس پچپن برس کی عمر تک وہ زمانہ نہ دیکھا تھا کہ شدائد کیا ہوا کرتے ہیں اور انہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ جب صحابہ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے تھے تو پھر ان کا کیا حق تھا کہ وہ شہداء میں درجہ پاتے یا کسی طرح آخرت میں خدا کے قرب میں عزت پاتے۔ کیا ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا کہلانے کا فخر بس تھا؟ اور ان کے واسطے یہی کافی تھا؟ نہیں اس سے تو رسول اللہ ﷺ نے بھی منع فرمایا تھا۔ اس سے کوئی حق قرب الٰہی نہیں ہوسکتا تھا۔ غرض انکی اپنی تو ایسی بظاہر کارنمائی نہ تھی جس سے وہ ان درجات اعلیٰ کے وارث یا حقدار ہوتے۔ مگر چونکہ ان کو آنحضرت ﷺ سے ایک قسم کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے۔ سو ان کے واسطے ایسے سامان میسر کر دئے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور اس طرح وہ سابقین کے ساتھ مل گئے جن کے حالات سے وہ محض ناواقف تھے۔ ایک ذراسی تکلیف اور اجرِ عظیم مل گیا۔ شیعہ ہیں کہ اس حکمت الٰہی کی طرف تو غور نہیں کرتے اور الٹا روتے ہیں کہ ان کو شہید کر دیا۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 149-150 ایڈیشن 1988ء)

- ’’انبیاء پر اگر کوئی واقعہ مصیبت کے رنگ میں آتا ہے تو اس سے خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ ان کے اخلاق کو وہ دنیا پر ظاہر کرے کہ جو ہماری طرف سے آتے ہیں اور ہمارے ہو جاتے ہیں وہ کن اخلاق فاضلہ کے صاحب ہوتے ہیں۔ امام حسین پر بھی ایسا واقعہ گذرا۔ آنحضرت ﷺ پر بھی ایسے واقعات گذرے مگر صبر اور استقلال اور خدا تعالیٰ کی رضا کو کس طرح مقدم رکھ کر بتلایا۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 470 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾

(حٰمٓ السجدہ: 31)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر استقامت اختیار کی، ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔

فرمان خلیفۂ وقت

دعاؤں کا ورد

حضرت امام حسینؓ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ وہ سرداران بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر اور استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیے۔ ان دنوں میں یعنی محرم کے مہینہ میں خاص طور پر جہاں اپنے لئے صبر اور استقامت کی ہر احمدی دعا کرے، وہاں دشمن کے شر سے بچنے کے لئے رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ، کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں یہ دعا محفوظ رہنے کے لئے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُكَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَنَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ، کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ درود شریف پڑھنے کے لئے میں… پہلے بھی کہتا رہتا ہوں کہ اس طرف بہت توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ دشمن جو ہمارے خلاف منصوبہ بندیاں کر رہا ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائید و نصرت فرمائے اور ہم پر رحم کرتے ہوئے دشمنانِ احمدیت کے ہر شر سے ہر فردِ جماعت کو اور جماعت کو محفوظ رکھے۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 نومبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت صاحب کی زبانی الفضل آن لائن کا ذکر

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ انگلستان کے دوسرے روز اپنے خطاب میں روزنامہ الفضل آن لائن لندن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’روزنامہ الفضل آن لائن شائع ہو رہا ہے یہاں سے۔ انسٹاگرام اور ٹوئیٹر اور فیس بک کے ذریعہ سے۔ اس کی بھی کہتے ہیں فیس بک سٹیٹس اور پی ڈی ایف کے ذریعے چار لاکھ سے زائد تک کی پہنچ چکی ہے قارئین کی تعداد‘‘

اس شمارہ میں

- ’’یاد دہانی‘‘ (منظوم)
- جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے
- چودہویں صدی کے مجدد–حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
- کیا کھویا۔ کیا پایا
- قائد اعظم کا پاکستان اور 75سال بعد آج کا پاکستان
- وطن عزیز میں انصاف کا فقدان اور یوم آزادی

دربارِ خلافت

تمام کارکنان اور انتظامیہ بہرحال اس کے لئے شکریہ کے مستحق ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اسی طرح تبشیر کی مہمان نوازی کا بھی اس مرتبہ بہت اچھا معیار رہا ہے۔ جامعہ کے طلباء، واقفینِ نَو اور واقفاتِ نَو نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ ہر مہمان ان کی تعریف کر رہا ہے۔لیکن خود کارکن کو اپنا یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ اگر کہیں کوئی کمی ہے تو اُس کو آئندہ سال کس طرح بہتر کیا جا سکتا ہے۔

پھر اس دفعہ عرب مہمانوں کا بھی بڑا وفد آیا تھا۔ وہ بھی 110 سے اوپر آدمی تھے۔ اُن کا عمومی انتظام بھی گزشتہ سال سے بہت بہتر تھا۔عرب ڈیسک یوکے اور ان کے نائب سیکرٹری تبلیغ اس سال انچارج تھے۔ انہوں نے بھی اور اُن کی ٹیم نے بھی ماشاء اللہ بڑا اچھا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی جزا دے۔ یہ گزشتہ سال بھی تھے لیکن اتنا بہتر انتظام نہیں تھا جتنا اس سال ہوا ہے۔

پھر بہت سارے مہمان جو مجھے ملے ہیں، اُن کو جو چیز متأثر کرتی ہے، وہ یہ کہ اپنے عمومی تأثرات دیتے ہوئے وہ تصویری نمائش کا بڑا ذکر کرتے ہیں۔عمومی طور پر احمدیوں میں بھی اس کا اچھا feedback ہے کہ اس سے احمدیوں کو اپنی تاریخ کا پتہ لگا، غیروں کو بھی ہماری تاریخ کا پتہ لگا اور اس سے وہ متأثر بھی ہوئے۔لنگر خانے کے نظام میں بھی گزشتہ سال کی نسبت بہتری ہوئی ہے۔ روٹی بھی عمومی طور پر پسند کی گئی ہے۔ اسی طرح سالن بھی۔ لیکن ایک صاحب ہیں جنہوں نے کھانے پر خوب اعتراض کیا ہے کہ بُو آ رہی تھی اور باسی تھا اور یہ تھا اور وہ تھا۔ بہرحال مَیں نے تو جن لوگوں سے بھی پوچھا ہے اور لوگ خود ہی مجھے لکھ رہے ہیں اور مختلف وقت میں خود مَیں نے بھی کھانا دیکھا ہے مجھے تو باسی کھانا نہیں لگا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کو کسی نے باسی کھانا کھلا دیا ہو۔ لیکن یہ شخص جس نے مجھے لکھا ہے مَیں جانتا ہوں ان کو اپنے علاوہ کسی کا کام اچھا بھی نہیں لگتا۔ اور یہ ہر ایک کا کام غیر معیاری سمجھتے ہیں اور ان کا لکھا ہوا یہ فقرہ بھی اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ مَیں جرمنی میں کچن میں ڈیوٹی دے رہا تھا تو خلیفہ رابع نے مجھے کہا کہ تم کچن میں ہو تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ لیکن اگر انہوں نے کہا بھی تھا، پتہ نہیں کہا تھا کہ نہیں کہا تھا لیکن کہا تھا تو اُن کی یہ خودنمائی کی باتیں سن کر یہ ضرور انہوں نے کہہ دینا تھا کہ میں الفاظ واپس لیتا ہوں۔ یہ خود پسندی، خودنمائی اور اپنی تعریف اور دوسروں پر اعتراض کی جو عادت ہے ہم میں سے ہر ایک کو اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ جماعت احمدیہ کے کام نہ ایک شخص سے مخصوص ہیں، نہ ہی کسی شخص پر اس کا انحصار ہوسکتا ہے۔ یہی جماعت کی خوبی ہے اور اسی کی غیروں نے بھی تعریف کی ہے کہ ایک ٹیم ورک تھا، سب بڑے چھوٹے مل کے کام کرتے ہیں اور بڑے اعلیٰ معیار کے کام ہو رہے تھے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں یوکے (UK) میں بھی سینکڑوں ہزاروں ایسے مخلص کارکن اللہ تعالیٰ نے مہیا کر دیئے ہیں کہ ایک کو اگر ہٹاؤ تو دس نئے کام کرنے والے آ جاتے ہیں جو خودنمائی کی بجائے عاجزی دکھانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے ہیں۔ تو بہرحال مجھے تو ایسوں کی ضرورت ہے جو اس طرح عاجزی سے کام کرنے والے ہوں اور ایسے کارکنوں کے لئے مَیں دعا بھی کرتا ہوں۔بعض ڈیوٹی دینے والوں کی یہ شکایت ملی ہے اور یہ نہیں کہ اِدھر اُدھر سے ملی ہے، خدام الاحمدیہ نے خود ہی محسوس کیا ہے کہ بعض سیکیورٹی ڈیوٹی دینے والے بعض دفعہ بعض لوگوں پر سختی کرتے رہے، مثلاً ایک retarded لڑکا تھا اُس کو بلاوجہ سختی سے زور سے پیچھے ہٹایا تو اُس کو چوٹ بھی لگ گئی یا اُس کو تکلیف ہوئی، پیٹ پر ہاتھ پڑا تھا، تو جو ڈیوٹی دینے والے ہیں اُن کو ہوشیار بھی رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سیکیورٹی کا خاص طور پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور اعصاب کو قابو میں رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر سیکیورٹی ڈیوٹی نہیں دی جا سکتی۔ پس خدام الاحمدیہ آئندہ سال کے لئے، سارا سال یہ سروے کرے کہ سارے ملک میں سے کون سے ایسے لڑکے ہیں جو مضبوط اعصاب والے بھی ہیں اور ہوش حواس بھی قائم رکھنے والے ہیں تا کہ اگر کوئی ہنگامی صورت ہو اُس میں کام بھی آ سکیں اور آئندہ سال ایسے لوگوں کو لیا جائے۔

اور ایک اعتراض یہ بھی مجھے مل رہا ہے اور شاید کسی حد تک صحیح ہے کہ مردانہ مارکی اور لجنہ کی مارکی کے درمیان ایم ٹی اے کی مارکی تھی جہاں دفاتر اور ٹرانسمشن وغیرہ کا انتظام تھا۔ اس کی وجہ سے اگر ایمرجنسی میں نکلنا پڑے تو روک پڑ سکتی ہے۔ اس لئے جلسہ گاہ کے دونوں طرف کھلے راستے ہونے چاہئیں۔ علاوہ اس اعتراض کے جو انہوں نے نہیں لکھا لیکن میرے خیال میں اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ گرمی کی وجہ سے بعض دفعہ دَر کھولنے پڑتے ہیں تو ہوا بھی اچھی آئے گی۔ اس لئے ایم ٹی اے کی مارکی کو آگے پیچھے کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال یہ چند چھوٹی موٹی باتیں ہیں اس کے علاوہ مجموعی طور پر جلسہ کے انتظامات اور تقاریر کے معیار بھی جیسا کہ مہمانوں نے ذکر کیا اور عمومی ماحول بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اعلیٰ تھا۔ ہر شامل ہونے والے نے، جو ہر سال شامل ہوتے ہیں انہوں نے بھی اس کا اظہار کیا ہے کہ پہلے کی نسبت یہ اعلیٰ معیار ہے اور تمام کارکنان اور انتظامیہ بہرحال اس کے لئے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔

(خطبہ جمعہ 6/ ستمبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

”یاد دہانی“

یوم آزادی کی شب ایک محفل رقص و سرود دیکھ کر

مسرتوں کے ساتھیو
تمازتوں کے دوستو
ہجومِ درد چھٹ گیا
الم کا رنگ کٹ گیا
ہے کائنات نغمہ زن
ہَوا ہوئے غم و محن
بکھر گئی نئی پھبن
جبل جبل دمن دمن
ہے اک نرالہ بانکپن
روش روش چمن چمن
قدم بڑھاؤ جام لو
عنان زیست تھام لو
شفق کا رنگ چھا گیا
پیام شام آ گیا
سنبھل رہی ہے تیرگی
مچل رہی ہے چاندنی
یہ حسن و سحر دلبری
بہک چلی ہے زندگی
یہ شب فسونِ بے خطا
یہ نکہتوں کا سلسلا
جوان دودھیا فضا
یہ زمزموں کا رت جگا
انہیں جو دیکھ پائے گا
نہ کیوں پیے پلائے گا
لو مے بہ جام آ گئی
وہ لالہ فام آ گئی
جنوں پیام آ گئی
برائے عام آ گئی
ابھی تو عام ہے پیو
خرد غلام ہے پیو
وہ بے حساب عصمتیں

وہ بے مثال برکتیں
جو دن دہاڑے لٹ گئیں
تمہیں جو یاد تک نہیں
یہ ان کا خون ہے پیو
پیو پلاؤ اور جیو
خدا نہ دے وہ بے ضمیر
کہ جن سے قوم ہو حقیر
فقط امیر بن امیر
سرود و رقص کے اسیر
مگر یہ تابہ کے چلن
رہو گے کب تلک مگن
ہمیں وہ شیر چاہئیں
عدو پہ جو جھپٹ سکیں
ہجوم غم میں مسکرائیں
اجل پہ قہقہے لگائیں
یہ فاقہ مست و خستہ حال
نحیف برق کی مثال
نہ ان کے فقر کو جھنجھوڑ
نہ یوں کلائیاں مروڑ
امڈ پڑیں جو آندھیاں
کڑک اٹھی جو بجلیاں
اگر یہ آگ ابل پڑی
اگر یہ بھوک جاگ اٹھی
تو زلزلہ سا آئے گا
تو عرش کانپ جائے گا
تو پھر یہ جنگ زرگری
یہ مکر و فن کی رہبری
یہ اہتمام مے کشی
یہ تاجرانہ دوستی
یہ سب بنیں گی ساقیا
نہنگ وقت کی غذا

ثاقب زیروی مرحوم

اداریہ

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے

الفضل آن لائن میں کچھ مضامین بالاقساط شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں ایک ’’ربط ہے جانِ محمد سے میری جان کو مدام‘‘ ہے۔جس کے تحت امریکہ سے ہماری ایک مستقل قاری مسز امتہ الباری ناصر کسی ایک موضوع کو لے کر آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپؐ کے حقیقی خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات کو اکٹھا کر رہی ہیں۔ جو بہت مقبولیت پا رہے ہیں۔ ماہِ جون کی ایک قسط کو فائنل کرتے وقت حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر پر نظر پڑی اور اداریہ کے لئے ایک وسیع موضوع مل گیا۔

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نا مدار

اس شعر سے قبل کے بھی چند اشعار قابل ذکر ہیں۔

جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یاربّ ! سخت ہے یہ کارزار
ہر نبیٔ وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
کر گئے وہ سب دعائیں باد و چشم اشکبار
اے خدا! شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکھٹی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار

اور بعد کے اشعار میں اس جنگِ روحانی میں فتح پانے کے لئے اپنے جذبات کا ذکر ہے نیز فتح حاصل کرنے کے لئے اپنی تمناؤں کا اظہار اور اس کے لئے دعائیں ہیں۔

گو یہ نظم اس وقت کی ہے جب جاپان اور روس کی جنگ عروج پر تھی اور دنیا آگ کے انگاروں کی لپیٹ میں تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کو اس مادی جنگ کی تباہ کاریوں کی اتنی فکر نہ تھی جتنی زیادہ فکر روحانی جنگ سے تھی جو دشمن نامدار کی طرف سے اسلام پر حملوں کی صورت میں تھی۔ دشمن، اسلام پر بھر پور حملہ آور تھا اور مسلمانوں میں اس کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ تھی۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مہعود علیہ السلام ایک شیر کی طرح مسلمانوں کی طرف سے ان عیسائیوں کے حملوں کا جواب دینے کے لئے للکار رہا تھا۔ اور خود اپنے ارد گرد اپنے پیاروں کو اسلامی تعلیم سے آرستہ کر رہا تھا تا اس روحانی جنگ میں غیروں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ جو کیفیت اور اسلام کی ناگفتہ بہ حالت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور کی تھی۔ اس کا ذکر تو بعض شعرا نے یوں کیا ہے۔ جیسے الطاف حسین حالی نے مرثیہ یوں پڑھا۔

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالِس میں نہ بتّی نہ دیا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے
فریاد ہے اَے کشتیِ اُمّت ! کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

مشہور اہل قلم عالم دین منشی سید شکیل احمد نے بار گاہ ایزدی میں یہ استغاثہ کیا ہے۔

دین احمدؐ کا زمانہ سے مٹا جاتا ہے
قہر ہے اے میرے اللہ! یہ ہوتا کیا ہے
کس لئے مہدیٔ برحق نہیں ظاہر ہوتے
دیر عیسٰے کے اوترنے میں خدایا کیا ہے
رات دن فتنوں کی بوچھاڑ ہے بارش کی طرح
گر نہو تیری صیانت تو ٹھکانا کیا ہے

جو جذبہ دعوت الی اللہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر تھا وہ دیدنی تھا ایک دفعہ سید آل محمد صاحب امروہی نے آپؑ کے کمرہ کا دروازہ زور سے کھٹکھٹا کر کہا۔حضور! میں ایک خوشخبری لایا ہوں۔حضورؑ نے حضرت مفتی محمد صادقؓ کو خوشخبری سننے کے لئے بھجوایا۔ جو ایک مباحثہ میں جیت کے متعلق تھی۔حضورؑ نے جلالی انداز میں فرمایا کہ ان کے اسقدر زور سے دروازہ کھٹکھٹانے سے میں تو سمجھا تھا کہ شاید یورپ مسلمان ہو گیا ہے۔

* اسی طرح جب ایک دفعہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے طلبہ کے درمیان کرکٹ کا میچ تھا اور والدین بھی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں موجود تھے۔ آپؑ کے ایک صاحبزادے نے سادگی میں حضورؑ سے پوچھا کہ ابا! آپ کرکٹ پر نہیں گئے؟ اِن دنوں آپؑ سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے میں مصروف تھے۔ آپؑ نے جواب دیا کہ بیٹا! یہ لوگ تو کرکٹ کھیل کر واپس آ جائیں گے لیکن میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جو قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتب، لیکچر ز اور تبلیغ کے ذریعہ اس روحانی جنگ میں حصہ لیا اور قریباً ہر میدان میں فتح پائی۔ آپؑ نے آنحضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق یَضَعُ الْحَرب (بخاری) کرتے ہوئے تلوار کے جہاد کا التواء فرما کر قلم کے جہاد پر پوری توجہ دی۔ ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں اسلام پر ہونے والے حملوں کے مدلل جواب دئے۔ یہ حملے دراصل اسلام پر تبر کا کام کر رہے تھے۔ آپؑ اسلام کے بطل جلیل کے طور پر سامنے آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کا بول بالا ہونے لگا اور اسلام کی فتح کے شادیانے بجنے لگے۔جس کا غیروں کو بھی اعتراف تھا۔

آپؑ کی وفات کے بعد اس روحانی جنگ کو آگے لے کر جانے کا بیڑہ خلفائے کرام نے اُٹھایا اور اپنے منصوبوں کے ذریعہ اس میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ اور آج خلافت احمدیہ کے پانچویں مظہر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی سرکردگی میں گزشتہ 19 سالوں سے یہ مہم نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ سر ہو رہی ہے آپ کے دور میں اسلام، قرآن، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر دنیا بھر میں پرنٹ و الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعہ جو حملے ہو رہے ہیں اور آپ خود بھی نہایت بہادری و جوانمردی سے اور اپنے سپہ سالاروں کے ذریعہ اس محاذ میں نہایت کامیابی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ آپ کے دور میں سوشل میڈیا چونکہ بہت فعال ہو چکا ہے اور اس کے ذریعہ اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں ہمہ تن خلیفۃ المسیح کا ساتھ دیتے ہوئے اس روحانی جنگ میں حصہ لینے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ہمیں راتوں کو اُٹھ کر اسلام کی فتح کے لئے دعائیں کرنی چاہئے۔ہمیں اسلام کے خلاف حملوں کا جواب دینے کے لئے اپنے آپ کو اسلامی اسلحے (اسلامی تعلیمات) سے لیس کرنا ہو گا۔ ہمیں قرآن کریم، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے دلائل سیکھنے ہوں گے۔ فوجی زبان میں کہا جاتا ہے جتنا بڑا اور وسیع محاذ ہو، تیاری بھی اتنی بڑی کی جاتی ہے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی روحانی فوج کے اہلکار ہیں جس کو خلیفۃ المسیح Lead کر رہے ہیں۔ شیطنیت کا بہت بڑے محاذ کا جماعت احمدیہ کو سامنا ہے۔جس کی تیاری بھی وسیع بنیادوں پر کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار کے مطابق یہ جنگ روس اور جاپانی جنگ سے بڑھ کر ہے اور اتفاق سے آج بھی روس کی جنگ جاری ہے۔ اور ہم غریب ہیں اور مقابلے کے لئے ہمارے پاس وہ طاقت بھی نہیں لیکن اللہ کی مدد و نصرت شامل حال ہے۔ اور بقول حضرت مسیح موعودؑ یہ جنگ خادم اسلام اور شیطان کے درمیان ہے۔جس کے لئے بہت سے محاذ جماعت میں قائم ہیں۔جن میں سے ایک محاذ الفضل آن لائن کا محاذ بھی ہے۔جس میں اسلام کے حق میں مضامین لکھ کر دشمنوں کو دندان شکن جواب دیا جا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سیف (تلوار) کا کام تلوار سے لیا جائے اور تحریری مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے .... اُس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنسی اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اُتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 59-60)

(ابو سعید)

بقیہ: جماعت احمدیہ مالٹا کی خدمت انسانیت...... از صفحہ 16

کی دعاؤں کے صدقے یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔ جماعت کی عملی تبلیغ کا ذریعہ ثابت ہوا اور ملک بھر میں جماعت احمدیہ کے وسیع تعارف کا باعث بنا اور ہماری توقعات سے بہت بڑھ کر خدا تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا۔

فالحمد للہ رب العالمین۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور پیارے آقا کی دعاؤں کی برکت ہی ہے کہ جماعت کو تین دن کے لئے ایسا پلیٹ فارم میسر آیا کہ جس کے توسط سے مقامی لوگوں تک اسلام احمدیت کی خوبصورت تعلیم اور اس کا عملی اظہار پیش کیا جاسکے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ دل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے بھر جاتا ہے کہ ہماری ہر طرح کی کمزوریوں، کم عقلیوں اور ہمارے بے سروسامانی اور وسائل کی کمی کے باوجود اللہ تعالیٰ خود اپنی جناب سے ایسے سامان پیدا فرماتا ہے کہ عقل ورطہ ءحیرت میں ڈوب جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وعدوں پر دل ایمان و یقین سے بھر جاتا ہے۔

اس پروگرام میں سیکرٹری تبلیغ مکرم جری اللہ خالد صاحب، جنرل سیکرٹری مکرم مصور احمد صاحب، سیکرٹری وصایا مکرم حافظ وقاص احمد صاحب، سیکرٹری تعلیم القرآن مکرم نعمان عاطف صاحب، مکرم حسن بشیر صاحب اور مکرم تنویر الظفر صاحب نے خصوصی تعاون کیا۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ الۡجَزَآءِ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ

ابو فاضل بشارت

چودھویں صدی کے مجدد

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ

(مکرم ابو فاضل بشارت نے تمام چودہ صدیوں کے مجددین کا تعارف قارئین الفضل آن لائن کی نذر کئے۔ اس سے قبل تیرہ مجددین کا تعارف شائع ہو چکا ہے۔تسلسل کے لئے دیکھیں الفضل آن لائن مؤرخہ 25/ فروری 2022ء)

نام و نسب

مجدد اعظم بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا نام مرزا غلام احمدؑ ہے۔ مرزا کالفظ مغل قوم سے تعلق کی مناسبت سے مستعمل ہے۔ کنیت ابومحمود احمد تھی۔ آپؑ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت چراغ بی بی صاحبہؒ تھا۔ آپ فارسی الاصل معروف مغل خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحبؑ ابن حضرت غلام مرتضیٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب۔

مرزا فیض محمد صاحب سے سلسلہ نسب مرزا ہادی بیگ صاحب تک پہنچتا ہے جو امیر تیمور کے چچا حاجی برلاس کی نسل میں سے تھے۔

(سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ 4 تا 7)

قبل از ولادت بشارت

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ جب بھی دنیا میں ضلالت و گمراہی کا دور دورہ ہوتا ہے اور اپنے خالق حقیقی کو لوگ بھلا بیٹھتے ہیں اور دنیا میں گم ہوجاتے ہیں تو خدائے ہادی عوام الناس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدوں کو بھیجتا ہے۔ آخری زمانہ کے دور ضلالت کے خاتمہ کے لیے بھی ایک موعود کے آمد کی خبر یہود، نصاریٰ، ہنود، زرتشتی، بدھ مت غرضیکہ تمام اقوام عالم کی مقدس کتب میں موجود ہے۔ ان پیشگوئیوں سے اس موعود کے زمانہ کا بھی پتہ چلتا ہے جیسا کہ بائبل میں دانیال نبی کی کتاب باب 12 اس کا زمانہ 1290ھ سے 1335ھ کے درمیان ہونے کا ذکر ہے یعنی تیرہویں صدی کا آخر اور چودھویں صدی کا آغاز۔

اسی طرح اسلام میں بھی اس مصلح یعنی مسیح و مہدی کے ظہور کو واضح بیان کیا گیا ہے۔قرآن کریم میں آیت استخلاف، سورۃ السجدۃ آیت 6 اور سورۃ الجمعة کی آیت 4 میں مسیح و مہدی کے زمانہ کی تعیین کا بالصراحت ذکر موجود ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الجمعة کی مذکورہ آیت کے نزول کے وقت مسیح و مہدی کی آمد کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’جب ایمان ثریا ستارے پر اٹھ جائے گا تو اہل فارس میں سے ایک شخص یا فرمایا بہت سے اشخاص ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔‘‘

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعة)

صرف یہی نہیں بلکہ آپؑ کی آمد کے وقت رونما ہونیوالے نشانات کی پیشگوئیاں بھی بیان فرمائی ہیں۔جن میں سے ایک اہم ترین چاند اور سورج گرہن کا نشان ہے۔ اس کے علاوہ اولیاء و بزرگان امت کے رؤیا و کشوف میں بھی آپؑ کی آمد کی بشارات بکثرت ملتی ہیں۔

کتب سابقہ، قرآن کریم، احادیث نبویہؐ و اقوال بزرگان و علمائے سلف میں بیان فرمودہ تمام نشانیاں آپؑ کے زمانہ مبارک میں پوری ہوئیں اور چاند سورج کا عظیم الشان نشان آپ کے دعویٰ مسیح و مہدی کے بعد ہی پیشگوئی کے عین مطابق وقوع پذیر ہوا اور اس وقت آپؑ کے علاوہ کسی اور مدعی کا موجود نہ ہونا اس بات پر بین دلیل ہے کہ آپ ہی وہ مسیح و مہدی ہیں جن کے بارہ میں تمام پیشگوئیاں کی گئی تھیں۔ چنانچہ اس مناسبت سے اس مضمون میں چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب علیہ السلام کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطاب سے ذکر کیا جائے گا۔

ولادت باسعادت

حضرت مسیح موعودؑ کی ولادت باسعادت 14شوال 1250ھ مطابق 13فروری 1835ء کو بروز جمعۃ المبارک بوقت نماز فجر قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بھارت میں ہوئی۔ علامہ ابن عربیؒ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کی پیدائش توام صورت میں ہوئی لیکن ساتھ پیدا ہونیوالی لڑکی جلد وفات پاگئی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 9)

بچپن اور ابتدائی تعلیم

حضرت مسیح موعودؑ کا بچپن نہایت پاکیزہ تھا۔ آپ خلوت پسند تھے اور سوچ و بچار کرنے کی عادت تھی۔ بچوں کی جلوت میں شمولیت نہ ہونے کے برابر تھے۔ البتہ ایام طفولیت میں بھی آپ کی طبیعت دینی امور کی طرف بہت راغب تھی۔

مشاغل

’’حضرت مسیح موعودؑ معتدل اور مناسب ورزش اور تفریح میں ضرور حصہ لیتے تھے۔ آپؑ نے بچپن میں تیرنا سیکھا تھا اور کبھی کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں تیرا کرتے تھے۔ اسی طرح گھڑسواری میں ماہر تھے۔ غلیل سے شکار بھی کھیلا کرتے تھے۔ آپ کئی کئی میل تیز پیدل چلا کرتے تھے جو کہ آپ کا بہترین مشغلہ اور ورزش تھی۔ درستی صحت کی خاطر آپ موگریاں بھی پھیرا کرتے تھے۔

لیکن آپ کا محبوب ترین مشغلہ قیام نماز تھا۔ آپ اپنے ہم عمر بچوں کو کہا کرتے تھے کہ ’’دعا کرو کہ خدا مجھے نماز کا شوق نصیب کرے‘‘

(سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 10)

اس کے علاوہ آپؑ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؒ نے بیان کیا:

’’والد صاحب کا دستور تھا کہ سارا دن الگ بیٹھے پڑھتے رہتے تھے۔ اور ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔‘‘

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 193)

ابتدائی تعلیم

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ فرماتے ہیں:

’’انگریزوں کی عملداری کے اوائل میں مدارس کا سلسلہ ابھی جاری نہ

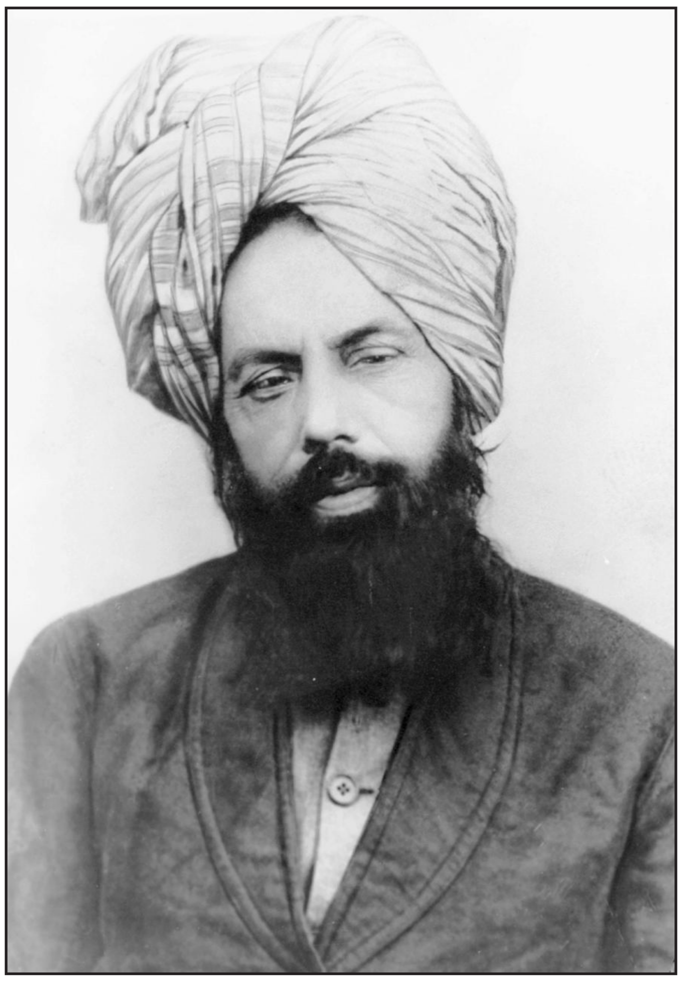

ہوا تھا اور تعلیم کے لیے عام دستور یہی تھا کہ بڑے بڑے رئیس اور صاحب استطاعت لوگ اپنے گھروں پر استاد بطور اتالیق رکھ لیتے تھے۔ اور خاندانی لوگوں میں تو یہ رواج بہت مدت تک جاری رہا۔ اسی طرح پر مرزا صاحب کی تعلیم کے لیے انتظام کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے لیے قادیان ہی کے ایک فارسی خوان استاد کو مقرر کیا گیا۔حضرت مرزا صاحب نے نہایت صاف اور سادے الفاظ میں اپنی تعلیم کا خود تذکرہ کیا ہے...

ان کے مکتب کے بعض طالب علم اپنے استاد سید گل علی شاہ صاحب سے کوئی مذاق بھی کر بیٹھتے۔ ان کو حقہ پینے کی بہت عادت تھی اور اسی سلسلہ میں بعض شوخ طالب علم مذاق کر لیتے۔ مرزا صاحب ہمیشہ ان کا ادب و احترام کرتے۔ اور ایسی شرارتوں سے بیزار اور الگ رہتے۔‘‘

(حیاتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 80-82)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلّم میرے لیے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔‘‘

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 179 تا 181 حاشیہ)

عنفوان شباب اور شادی

حضرت مسیح موعودؑ نے جوانی میں قدم رکھا ہی تھا کہ مشرقی خاندانی دستور کے مطابق اندازاً 1850ء یا 1851ء میں آپ کی شادی حرمت بی بی صاحبہ سے ہوگئی لیکن یہ رشتہ مزاج اور میلانات میں بُعد کی وجہ سے زیادہ دیر نہ چل سکا۔ اس شادی سے آپؑ کے دو فرزند صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب پیدا ہوئے۔

اس عمر میں حضرت مسیح موعودؑ کا زیادہ وقت مسجد میں قیام اور مطالعہ میں گزرتا تھا۔ نماز کی ادائیگی آپ کا اولین فریضہ تھا۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر غور و تدبر بہت زیادہ کرتے تھے۔ سفر و حضر میں کوئی موقع مطالعہ قرآن کا نہ چھوڑتے حتیٰ کہ آپ کے والد محترم آپ کو ''مسیتڑ'' کہا کرتے تھے اور فکرمند ہوجاتے کہ آپؑ اپنے اس شغف کی وجہ سے اپنی جان نہ کھو بیٹھیں۔

مقدمات کے لیے اسفار اور سیالکوٹ میں ملازمت

آپؑ کے والد محترم نے آپ کی صحت کے پیش نظر اور مستقبل کی فکر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپؑ کو کوئی ملازمت کرنے یا زمیندارہ میں ہاتھ بٹانے کا کہا جسے آپ نے بہت ٹالا لیکن پھر والد محترم کے مسلسل اصرار اور فرمانبرداری میں زمینداری کے کام کی نگرانی میں مصروف ہوئے اور خاندانی جائیداد کے تنازعات کے مقدمات کی پیروی کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں آپ کو ڈلہوزی اور لاہور تک سفر کرنے پڑے۔ لیکن اس دور مقدمات میں بھی آپ نے کبھی اپنی نماز قضاء نہ ہونے دی۔

پھر والدِ محترم کی خواہش پر سیالکوٹ میں دفتر ضلع میں کم و بیش چار سال سرکاری ملازمت بھی کی۔ ان چار سالوں میں آپ کی مصروفیات میں ملازمت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے علاوہ عبادات الٰہی و تلاوت قرآن کریم، درس و تدریس و خدمت خلق، بزرگوں سے ملاقات، علمی و دینی گفتگو، مذہبی مناظرے اور علمی مجالس عرفان شامل رہیں۔

دوران عرصہ ملازمت ہر خاص و عام نے آپ کی دینی و اخلاقی لحاظ سے تعریف کی۔ آپ کے مداحین میں حکیم مظہر حسین صاحب، منشی سراج الدین صاحب، شمس العلماء مولانا سید میر حسن صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن آپ کو یہ ملازمت پسند نہ تھی اور اپنے والد محترم سے اس سے مستعفی ہونے کی اجازت طلب فرمایا کرتے تھے۔

والدہ کی وفات پر واپسی

1867ء میں جب حضرت اقدسؑ کی والدہ ماجدہ سخت بیمار ہوئیں توحضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحبؒ نے آپؑ کو استعفٰی دے کر واپس چلے آنے کا پیغام بھجوایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیغام سنتے ہی فوراً سیالکوٹ سے روانہ ہوگئے اور راستہ میں ہی آپ کو والدہ محترمہ کی وفات کی خبر ملی جس پر آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ فرمایا۔

والد محترم کی وفات

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو آپ کے والد محترم کی وفات سے قبل ہی اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب کی وفات جون 1876ء میں ہوئی۔

ہندوستان میں عیسائیت کا زور اور مسیح کی آمد ثانی

1857ء کے بعد سے ہندوستان میں عیسائیت کے فروغ کے لیے عیسائی پادریوں نے حکومت انگریزی کی سرپرستی میں اپنے مذہب کا خوب پرچار کیا اور اس سے عام لوگ تو ایک طرف چوٹی کے مسلمان علماء بھی عیسائیت کی آغوش میں جاگرے اور اکثر عیسائیت کی تبلیغ کے لیے وقف ہو کر پادری بن گئے۔ جیسا کہ آگرہ کی شاہی مسجد کے امام خطیب مولوی عماد الدین صاحب ریورنڈ مولوی عماد الدین کہلائے۔ پادری مولوی رجب علی، پادری مولوی سید احمد شاہ، پادری سلطان محمد خان، پادری عبدالحق، پادری عبداللہ آتھم، اور پادری حافظ احمد مسیح دہلوی سب مسلمان مولوی تھے۔ چنانچہ صلیبیت کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جس کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے مسیح و مہدی کی آمد کی پیشگوئی فرمائی۔ مسلمان اسلام کو اس فتنے سے بچانے کے لیے نجات دہندہ اور مسیحا کے منتظر تھے۔

ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق قوم سلمانؓ سے ایک رجل فارس میدان میں آیا جس نے ایمان کو ثریا سے لاکر دنیا میں قائم کیا اور زندہ مذہب اسلام کی حقانیت اور صداقت کو تمام ادیان باطلہ پر ثابت کر دکھایا اور دشمنان اسلام کو چاروں شانے چت کر دیا۔ وہ جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعودؑ ہیں۔ جنہوں نے 1882ء کے اوائل میں بیت اقصیٰ میں ایک کشف دیکھا کہ ایک باغ لگایا جارہا ہے اور آپؑ اس کے مالی مقرر ہوئے ہیں۔

(حیات احمد جلد اول حصہ دوم صفحہ 305)

قلمی جہاد کا آغاز اور براہین احمدیہ کی تالیف

مسیح و مہدی کا یہ زمانہ قلمی جہاد کا زمانہ تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسیح ابن مریم تشریف لائیں گے تو وہ جنگ کو موقوف کردیں گے۔ چنانچہ اس دور میں عیسائی، ہنود، آریہ وغیرہ اسلام کے خلاف لٹریچر شائع کر کے اپنے اپنے مذہب کا پرچار کر رہے تھے اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف قسماً قسم کے ناجائز الزامات اور موشگافیوں میں مصروف تھے۔ عیسائیت کی تبلیغ کا بنیادی مرکز پنجاب چنا گیا۔ ان نازک حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ جیسی معرکۃ الآراء تصنیف میں اسلام اور بانیٔ اسلام کی صداقت کے سینکڑوں ثبوت پیش کیے اور زندہ خدا کے زندہ نشانات دکھانے کی تمام اہل دنیا کو دعوت دی۔ آپؑ نے کیا ہندو، کیا آریہ، کیا عیسائی، سب مخالفین کو چیلنج دیا کہ وہ اسلام پر اپنے مذہب کی برتری ثابت کر دکھائیں۔ لیکن کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپؑ کے اس چیلنج کو قبول کرتا۔

زیارت رسول اللہؐ

رؤیا میں زیارت رسول ﷺ کا سلسلہ تو 1864ء سے شروع ہوچکا تھا۔ اس رؤیا میں رسول اللہ ﷺ نے ایک دینی کتاب آپ کے ہاتھ سے لی جو فوراً میوہ بن گئی جب آپ ﷺ نے اسے تقسیم کرنے کے لیے قاش کرنا چاہا تو اس میں سے اس قدر شہد بہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مرفق تک شہد سے بھر گیا اور ایک مردہ آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے زندہ ہوگیا۔

پھر براہین احمدیہ حصہ سوم کا حاشیہ تحریر فرمانے کے دوران حالت کشف میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے زیارت و معانقہ کا شرف پایا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے نور کی کرنیں نکل نکل کر آپ کے اندر داخل ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد آپ پر الہام الٰہی کا سلسلہ بکثرت شروع ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا الہام نازل ہوا جو کم و بیش ستر فقرات پر مشتمل تھا، جس کا آغاز ''یا احمد بارك الله فيك'' سے ہوا۔

دعویٰ ماموریت و مجددیت

حضرت مسیح موعودؑ نے مارچ 1885ء میں اللہ تعالیٰ سے حکم پاکر اپنے مامور اور مجدد وقت ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوئے ہیں تا نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی، فروتنی، غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لیے کوشش کریں نیز یہ کہ آپ کو جناب الٰہی سے یہ علم بھی دیا گیا ہے کہ آپ مجدد وقت ہیں اور روحانی طور پر آپ کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور آپؑ کو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت و متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل ﷺ ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 253)

23/مارچ جماعت احمدیہ کی بنیاد

آپؑ کی اسلام کے لیے خدمات جلیلہ کی وجہ سے آپ کے معتقدین یہ بات جانتے تھے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی اسلام کو دوبارہ قائم کرسکتا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔ اگرچہ مخلصین کے دلوں میں آپ کی بیعت کی تحریک جاری تھی۔ لدھیانہ کے ایک بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ پر حسن اعتقاد رکھتے تھے نے فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اسی طرح مولوی عبدالقادر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے بیعت لینے کا کہا مگر آپ کا یہی جواب ہوتا: لَسْتُ بِمَاْمُوْرٍ (یعنی میں مامور نہیں ہوں) لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بیعت لینے کا واضح حکم ملا تو یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے ''تبلیغ'' کے نام سے اشتہار میں بیعت کا اعلان فرمایا۔ اس اشتہار میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ استخارہ کے بعد بیعت کے لیے حاضر ہوں۔ اس اعلان میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے لیے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط تحریر نہیں فرمائی تھیں۔ مگر جب حضرت مصلح موعودؓ کی 12 جنوری 1889ء کو ولادت ہوئی تو آپ نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیل تبلیغ کا اشتہار تحریر فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ اور پسر موعود

حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش توام (جڑواں) ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ مسیحیت

1890ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ منکشف ہوا کہ حضرت مسیح ناصری جن کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں نزول فرمائیں گے وہ وفات پا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ان کا مثیل بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے اس بارہ میں دو کتب ''فتح اسلام'' اور ''توضیح مرام'' تصنیف فرمائیں جن میں حضرت مسیح ناصری کے آسمان سے بجسد عنصری نزول کے عقیدہ کا رد کرکے وفات مسیحؑ ثابت کرتے ہوئے اپنے دعویٰ مسیحیت کا اعلان فرمایا۔

فتویٰ تکفیر اور طوفان بدتمیزی

رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں دعویٰ مسیح موعودؑ پڑھ کر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب آگ بگولا ہوگئے اور جو عقیدت وہ حضرت مسیح موعودؑ سے رکھتے تھے وہ ہوا ہوگئی اور وہ آپؑ کی مخالفت کے درپے ہوگئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی مخالفت اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ مسلمانوں تک پہنچائی جس سے ملک بھر میں مخالفت کا طوفان برپا ہوگیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے مخالفت کی بناء پر ان دونوں رسالہ جات کی عبارتوں میں قطع و برید کرکے اول المکفرین بن کر ایک استفتاء تیار کیا اور ہندوستان کے علماء کے پاس جاکر اس کے حق میں فتاویٰ حاصل کیے۔ بعض نیک صفت علماء نے اس کی تردید بھی کی لیکن مولوی صاحب موصوف نے ان کا نام ازخود لکھ لیا۔ الغرض مولوی صاحب موصوف اور ان کے حامی علماء کے ان فتاویٰ تکفیر کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی اور ان مخالف علماء نے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں پیش پیش رہے حتیٰ کہ قتل تک کی سازش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک برگزیدہ نبی کو ان تمام ناپاک منصوبوں سے محفوظ رکھا۔

پادریوں کو وفات مسیح کے متعلق تبادلہ خیالات کی دعوت

حضرت مسیح موعودؑ نے 20 مئی 1891ء کو پادریوں کے لیے وفات مسیح کے بارہ میں تبادلہ خیالات کی دعوت کا اشتہار دیا۔ لیکن آپ کے مقابل پر کوئی پادری نہ آیا۔

مسلمان علماء کو تحریری مباحثہ کی دعوت

پھر آپؑ نے 26 مارچ 1891ء کو ہندوستان کے معروف علماء بالخصوص مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھوکے، مولوی شیخ عبداللہ تبتی، مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی، مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری وغیرہ کو تحریری مباحثہ کی دعوت اور چیلنج دیا کہ اگر میرا دعویٰ قال اللہ اور قال الرسولؐ کے خلاف ہے اور ایک عام جلسہ میں آپ مجھ سے تحریری مباحثہ نہ کریں تو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے راستباز بندوں کی نظر میں مخالف ٹھہریں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 400)

لیکن کسی مولوی نے آپ کے اس چیلنج کو قبول نہ کیا۔ البتہ بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے لدھیانہ آکر شور مچایا کہ مرزا صاحب کو چاہیے کہ مجھ سے مباحثہ کرلیں۔ حضرت مسیح موعودؑ تو پہلے ہی دعوت مباحثہ دے چکے تھے۔ چنانچہ مباحثہ لدھیانہ 20 سے 29 جولائی 1891ء دس روز تک جاری رہا۔ لدھیانہ کے لوگوں نے وفات و حیات مسیح پر بحث کرنے پر اصرار کیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہی فرمایا کہ مباحثہ وفات و حیات مسیح پر ہونا ضروری ہے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اس موضوع کی طرف آنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ پس وہ اس طرف نہ آئے اور مولوی صاحب کو اس مباحثہ میں شکست فاش ہوئی۔

سید نذیر حسین صاحب دہلوی اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب کو دعوت مباحثہ

12 اکتوبر 1891ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب حقانی کو تحریری بحث کی دعوت دی۔ اور حلفیہ اقرار بھی کیا کہ اگر اس بحث میں میں غلطی پر ثابت ہوا تو اپنے اس دعویٰ سے دستبردار ہوجاؤں گا۔ لیکن ان دونوں علماء نے معذرت کرلی۔

علماء کو روحانی مقابلہ کی دعوت

دسمبر 1891ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے تمام علماء، مولویوں، صوفیاء، پیروں، سجادہ نشینوں وغیرہ کو روحانی مقابلہ کی دعوت دی اور فرمایا کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں کوئی فریق وفات پاجائے تب بھی وہ مغلوب سمجھا جائے گا۔

مخالفین کا انجام

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ماموریں کے مخالفین ہمیشہ خائب و خاسر ہی ہوئے ہیں۔ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفین کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ آپؑ کو الہام ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک چنانچہ آپؑ کے تمام مخالفین آپؑ کے زندگی میں ہی ناکام و نامراد ہوئے اور اشد مخالفین اپنے انجام کو پہنچے جن کا تفصیلی ذکر جماعتی لٹریچر میں موجود ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کے متبعین کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ فرمایا اور جماعت کو غیر معمولی ترقیات سے نوازا اور حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام کا احیائے نو ہوا اور اسلام کا پیغام دنیا کے کونوں تک پہنچا اور بادشاہوں نے اس سے برکت حاصل کی۔

رمضان میں کسوف و خسوف کا نشان اور دیگر تائیدی نشانات

1894ء میں ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی اور صلحائے امت کی پیش خبریوں کے عین مطابق چاند اور سورج گرہن کا نشان ظاہر ہوا جو حدیث میں بیان کردہ تاریخوں کے عین مطابق تھا۔ اس نشان کا ہر خاص و عام نے تذکرہ کیا اور اس کے نتیجہ میں ایک کثیر تعداد نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی سعادت پائی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں اور بھی کثیر تائیدی نشانات ظہور میں آئے جن میں زلازل کا آنا، طاعون اور دم دار ستارہ کا طلوع ہونا اور شہب ثاقبہ کا گرنا اور ذرائع رسل و رسائل کا ایجاد ہونا، اونٹوں کا سواری کے لیے استعمال ترک ہونا اور نئی ایجادات کا ظہور پذیر ہونا وغیرہ شامل ہیں۔

دوسری شادی اور مبشر اولاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو 1881ء میں نئی شادی کی بشارت عطا فرمائی۔ چنانچہ 1884ء میں آپؑ کی دوسری شادی خواجہ محمد ناصرؒ کے خاندان میں حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی کی صاحبزادی محترمہ حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ سے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آنیوالے موعود کے بارہ میں یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ وہ جب آئے گا تو شادی بھی کرے گا اور اس کی اولاد بھی ہوگی۔ پیشگوئی میں ان دونوں امور کا خصوصی ذکر کرنا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہ شادی اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی اولاد غیر معمولی صفات کی حامل ہوگی۔ چنانچہ حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے حضرت مسیح موعودؑ کے پانچ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ جن کے نام بالترتیب یہ ہیں:1۔ صاحبزادی عصمت 2۔ بشیر اول 3۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ 4۔ صاحبزادی شوکت 5۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ 6۔حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ 7۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ 8۔حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب 9۔ صاحبزادی سیدہ امۃ النصیر صاحبہ 10۔حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تمام اولاد مبشر اولاد تھی ان سب کی پیدائش سے قبل الٰہی بشارات دی گئی تھیں۔

خلافت کی پیشگوئی

1905ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو وفات کے متعلق پیشگی خبر دے دی تھی اور اس بارہ میں مختلف رؤیا اور الہامات ہوئے۔ ان الٰہی خبروں کی بناء پر آپؑ نے 20 دسمبر 1905ء کو رسالہ ''الوصیت'' شائع فرمایا جس میں ان الہامات کا ذکر فرماکر جماعت کو اپنے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی نظام خلافت کے قیام کی بشارت دی۔

آخری سفر لاہور

حضرت مسیح موعودؑ 27 اپریل 1908ء کو قادیان سے بٹالہ روانہ ہوئے۔ وہاں ایک یوم قیام کے بعد 29 اپریل کو لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں آپؑ دن رات اشاعت اسلام میں مصروف ہوگئے۔ زائرین کو شرف ملاقات بخشتے، مجالس عرفان میں پُرمعارف نکات بیان فرماتے۔ تمام مذاہب کے رؤساء اور سیاسی لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں نے آپؑ سے فیض پایا۔ سعید فطرت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔

دعویٰ نبوت کی وضاحت

17 مئی 1908ء کو لاہور کے رؤساء و امراء، وکلاء و بیرسٹروں اور اخبارات کے ایڈیٹروں کو دعوت پر مدعو کیا گیا جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفاء نہیں کرسکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اس کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔۔۔۔ یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ

مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقین جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔''

(الحکم 14 جولائی 1908ء صفحہ 12 کالم نمبر 1-2)

اخبار عام نے آپ کے اس لیکچر کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہوئے لکھا کہ مرزا صاحب نے جلسہ میں اپنی نبوت سے انکار کیا ہے جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مفصل تردیدی خط لکھا جس میں فرمایا کہ ''یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ میں یہ لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے۔۔۔ انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔۔۔''

(بدر 11 جون 1908ء صفحہ 10 کالم 1-2)

25 مئی 1908ء کو آپ نے جو آخری تقریر کی اس کے آخر میں فرمایا:

''عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔''

(بدر 11 جون 1908ء، الحکم 18 جولائی 1908 صفحہ 7-8)

وصال

25 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت ناساز ہوئی اور 26 مئی 1908ء بروز منگل سوا تہتر سال کی عمر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے آخری الفاظ یہ تھے کہ ''اللہ میرے پیارے اللہ''۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے۔ بیعت خلافت کے بعد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے مملوکہ باغ میں کنوئیں کے قریب نماز جنازہ پڑھائی۔ حضورؑ کا مزار مبارک کچا رکھا گیا اور قبر کے سرہانے چونے کی دیوار پر سیاہی سے عارضی طور پر یہ الفاظ لکھ دیئے گئے: ''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان مسیح موعود و مجدد صدی چہار دہم تاریخ وفات 26 مئی 1908ء''۔ خلافت ثانیہ میں بارشوں کی وجہ سے جب سیاہی ڈھل گئی تو سنگ مرمر کا کتبہ نصب کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 559)

معرکۃ الآراء تصانیف

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ آنیوالے موعود کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ آکر جنگ و جدال کا خاتمہ کردے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے تلوار کے جہاد سے ممانعت فرمائی اور قلمی جہاد کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ نے خود اسلام اور بانی اسلام کی صداقت اور جملہ دینی و اخلاق و معاشی و معاشرتی امور کے متعلق ایسی مایہ ناز معرکۃ الآراء تصانیف تالیف فرمائیں جن میں ایسے پُر معارف نکات بیان فرمائے جنہوں نے متلاشیان حق کو راہ راست پر گامزن کیا اور دیگر مذاہب کی تعلیمات میں مرور زمانہ سے پیدا ہونیوالے سقم کی نشاندہی فرمائی اور اسلامی تعلیمات کی برتری ان پر ثابت فرمائی۔ آپ نے 85 سے زائد تصانیف تحریر فرمائیں۔

تجدیدی کارنامے

حضرت بانی جماعت احمدیہؑ جن کا دعویٰ مسیح موعودؑ، مجدد صدی چہاردہم اور امتی نبی ہونے کا ہے۔ آپ نے دین اسلام کی اشاعت اور اصلاح خلق کے لیے اپنا تن من دھن نچھاور فرمادیا۔ پیشگوئی میں مذکور بیماریوں کے باوجود آپ نے اسلام کی ایسی خدمات جلیلہ کیں کہ غیروں نے بھی اس کا برملا اعتراف کیا۔ آپ نے مسلمانوں کے ایسے عقائد جو مرور زمانہ اور مختلف فتنوں کی وجہ سے غلط رواج پا گئے تھے ان کی الٰہی رہنمائی سے اصلاح فرمائی۔ امت مسلمہ میں جاری بدعات کا خاتمہ کیا اور انہیں شریعت محمدیہؐ پر گامزن کیا۔ آپ نے دیگر ادیان کے لوگوں کو حقیقی اور سچے مذہب اسلام کی طرف دعوت دی۔ خدا کے منکرین کو خدا کی ہستی کے دلائل دے کر سچے خدا کے وجود کو ثابت کیا۔ اسلامی شریعت کو تمام شریعتوں پر برتر و بالا قرار دیا۔ اور اس مقصد کے لیے آپ نے ہندوستان کے بہت سے شہروں کے سفر کیے اور لیکچرز دیئے۔ اس کے علاوہ تبلیغ ہدایت کے لیے تمام ذرائع استعمال فرمائے۔ اشتہارات کا شائع فرمانا اور رسالہ جات تحریر فرمانا بھی ایک اہم ذریعہ تبلیغ رہا۔ پھر اخبارات ریویو آف ریلیجنز وغیرہ کا اجراء فرمایا جن کے ذریعہ اسلام کا پیغام مغربی ممالک تک پہنچا۔ اپنے مریدین کی روحانی تربیت کے لیے جلسہ سالانہ کا آغاز فرمایا۔ حکام وقت کو دعوت اسلام دیتے ہوئے ان کو تبلیغی خطوط تحریر فرمائے اور امن و امان کے قیام کے لیے عوام کو حکومت کی اطاعت در معروف کی تلقین فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہر جہت سے عوام الناس کی رہنمائی فرمائی اور اپنے متبعین کو امن پسند جماعت کے طور پر پیش کیا۔ قادیان جو ایک چھوٹی سی بستی تھی وہ آپ کی بدولت مرجع خاص و عام ہوگیا۔

آپ کے اخلاق و شمائل قال اللہ اور قال الرسولؐ کے عین مطابق تھے۔ جن کا بیان ایک الگ طویل مضمون کا متقاضی ہے۔ یہاں بس اس قدر ذکر کردینا مناسب ہے کہ آپ اپنے آقا و مطاع ﷺ کی True Copy تھے۔

غرضیکہ آپ نے تمام جہانوں کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حقیقی متبع بن کر اور قرآنی شریعت پر عمل کر کے تمام دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا بیڑا اٹھایا اور تمام قوموں کی نجات کا ذریعہ بنے اور رسول اللہ ﷺ کے حقیقی بروز کامل، امتی نبی اور امت موسویہ میں چودھویں صدی پر آنے والے حضرت عیسیٰؑ کے حقیقی مثیل ثابت ہوئے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر لاتعداد عظیم الشان پیشگوئیاں فرمائیں جو آپ کے بابرکت زمانہ میں بھی پوری ہوئیں اور آپ کی وفات سے آپ کے خلفائے کے دور خلافت میں بھی اب تک پوری ہو رہی ہیں اور خلافت خامسہ کے تاریخ ساز عہد خلافت میں جماعت کی عظیم الشان ترقیات دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غلبہ اسلام کی پیشگوئی بھی انشاء اللہ جلد پوری ہونے والی ہیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

ایڈیٹر کے نام خطوط

• **مکرمہ خالدہ نزہت۔ آسٹریلیا سے لکھتی ہیں۔**

محرم کے سلسلے میں شائع ہونے والے مضامین بہت عمدہ اور سبق آموز تھے۔ اب چونکہ لجنہ اماء اللہ کے سو سال پورے ہو رہے ہیں الحمد للہ! سب بہنوں نے لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے حوالے سے بہت اچھے مضامین لکھے ہیں۔ اللہ کرے ہم ان خوش نصیب صحابیاتؓ کے نقش قدم پر چلنے والی بن سکیں اور اپنے پیارے آقا کے ہر حکم پر عمل کرنے والی ہوں آمین۔

• **مکرمہ امۃ الباری ناصر۔ امریکہ سے لکھتی ہیں۔**

جلسہ سالانہ نمبرز بابت ذیلی تنظیمیں شاندار، منفرد، تاریخی اور سیر حاصل تھے۔ نیز آپ نے جلسہ سے متاثر ہوکر اپنا یہ تازہ کلام بھجوایا ہے۔

ہمارا جلسہ سالانہ

مہمان مسیح کے ہیں خدا کے حبیب ہیں
مہمان میزبان بھی خوش نصیب ہیں

اک عالم سرور میں کٹتے ہیں رات دن
دنیا سے دور ہٹ کے خدا کے قریب ہیں

ہونٹوں پہ مسکراہٹیں بازو کھلے ہوئے
چاہت چھلک رہی ہے ادائیں عجیب ہیں

سایہ فگن ہے ذکر الٰہی کا رنگ و نور
نغمہ سرا یہ خوش گلو جو عندلیب ہیں

پہلو سے کھینچ لیتے ہیں دل سامعین کا
جادو بیان سارے مقرر خطیب ہیں

سب سچے احمدی ہیں خدا کے حصار میں
آفات گو شدید ہیں بے حد مہیب ہیں

آقا کی اک جھلک سے ہوا جشن کا سماں
دنیا کے سارے دردوں دکھوں کے طبیب ہیں

''دل دے کہ ہم نے اُن کی محبت کو پا لیا''
دل کے معاملات عجیب و غریب ہیں

محی الدین عباسی۔ لندن

کیا کھویا۔ کیا پایا

(پاکستانی قوم کو 75ویں سالگرہ۔ پلاٹینم جوبلی مبارک ہو)

پاکستان 14/اگست2022ء کو اپنی 75ویں سالگرہ (پلاٹینیم جوبلی) منارہا ہے۔ 14-15/اگست کی شب جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو یہ قدر کی مبارک رات تھی جسے ہم لیلۃالقدر کہتے ہیں۔ 15/اگست1947ء کو جب پاکستانی قوم نے اپنا پہلا یوم آزادی منایا تو اس روز 27 رمضان المبارک اور جمعۃالوداع کا دن تھا گویا ساری نیک ساعتیں اس روز یکجا ہوگئیں۔ بے شک یہ دن قیام پاکستان کی جدوجہد میں شامل اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس میں سیاسی اور مذہبی شخصیات کی انتھک محنت، کاوش اور مسلمانوں کی دعائیں شامل تھیں۔ یہ پاکستانی قوم کے لیے لاتعداد نعمتوں میں سے ایک خداداد مملکت پاکستان کی نعمت تھی۔ انگریزوں نے آخری لمحے تک کوشش کی کہ ہندوستان متحد رہے اور وہ پورا ہندوستان ہی کانگریس کو لوٹا دینا چاہتے تھے۔ مضمون کے پہلے حصہ میں راقم الحروف پاکستان حاصل کرنے کے لیے ہم نے کیا پایا ان کاوشوں کا ذکر اور کن سیاسی و مذہبی اہم شخصیات نے دن رات انتھک محنت، کوشش، جدوجہد کے ساتھ مسلمانوں کو ایک آزاد ملک دلوایا۔ سب سے پہلے بانئ پاکستان قائداعظم کا ذکر اس ضمن میں حضرت سر چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ فرماتے ہیں۔

’’میں نے ہمیشہ بار بار زبانی اور تحریری طور پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جہاں تک انسانی رشتوں کا تعلق ہے پاکستان صرف ایک شخص کی مخلصانہ اور بھرپور کوششوں سے معرضِ وجود میں آیا اور وہ قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ انہوں نے اکیلے ہی دم توڑتی ہوئی آل انڈیا مسلم لیگ کو پھر سے زندہ کیا اور اسے ایک فعّال اور مؤثر تنظیم میں مربوط کر دیا۔ اور وہ اس کے مسلم اور متحرک قائد تھے۔ ناقابل قبول نظر آنے والی مشکلات کے باوجود انہوں نے مقصد کو پالیا جو انہوں نے اپنے سامنے رکھا تھا اور اگرچہ متعدد لوگوں نے وفاداری اور صدق کے ساتھ ان کا ساتھ دیا تھا لیکن حصول پاکستان میں کامیابی کا کریڈٹ اکیلے محمد علی جناح کو جاتا ہے۔ اس بارے میں کسی جہت سے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔‘‘

(پاکستان ٹائمز 13فروری1982ء)

آپ کی قیادت نے ایک آئینی طریق پر مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ

ریاست پاکستان کے نام سے حاصل کی جو ایک لمبی جدوجہد کے بعد حکومت برطانیہ سے حاصل ہوئی۔ آپ کی انتھک محنت، کاوشوں کی وجہ سے آپ کو بابائے قوم کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہر کوئی جانتا ہے کہ پاکستان بنانے کے لیے قائداعظم کا ہی اصل میں کارنامہ ہے ان پر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ مایوس ہوکر ہندوستان چھوڑکر انگلستان میں آگئے۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کرسکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کرسکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لنڈن ہی میں بودوباش کا فیصلہ کرلیا۔

(قائداعظم اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری صفحہ 192 بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار صفحہ 8 از پروفیسر محمد نصراللہ راجا)

یہ جو صورتحال تھی اس سے ہند کے جو مسلمان تھے ان کو بڑا سخت دھچکا لگا اور سب سے زیادہ ہمدردی تو جماعت احمدیہ کے سربراہ حضرت خلیفۃالمسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو تھی۔ آپؓ نے اس کے لیے بڑی کوشش کی اور یہاں لندن میں اس وقت حضرت مولانا عبدالرحیم دردؓ امام تھے ان کے ذریعہ سے قائداعظم پر زور ڈالا کہ وہ دوبارہ ہندوستانی سیاست میں آئیں۔ اور بڑی کوششوں سے درد صاحب نے ان کو قائل کیا۔ آخر قائداعظم نے خود کہا کہ امام صاحب کی بڑی ترغیب تھی اور ان کی بہت زیادہ زور اور تلقین نے میرے لیے کوئی جائے فرار باقی نہ چھوڑی۔ ایک غیرازجماعت مؤرخ اور صحافی م۔ش صاحب انہوں نے لکھا کہ مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبدالرحیم درد امام لنڈن ہی تھے جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے نتیجہ میں مسٹر جناح 1934ء میں ہندوستان واپس آگئے اور مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں بلامقابلہ منتخب ہوئے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 10/اپریل 2009ء)

قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ اور حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کی خدمات

حضرت خلیفۃالمسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمات کو دو حصوں میں تقسیم کرکے بیان کیا جاسکتا ہے۔ ایک مذہبی اور دینی خدمات اور دوسرے قومی اور ملی خدمات اس مضمون میں آپؓ کی سیاسی اور قومی خدمات کا مختصراً ذکر کرنا مقصود ہے۔

یاد رہے کہ برصغیر ہند میں انگریز کی حکومت 1857ء سے لے کر 1947ء تک رہی اور اس وقت سے لے کر مسلمانوں کے حقوق کسی نہ کسی رنگ میں غصب کیے جاتے رہے ہیں۔ کیونکہ برصغیر ہندوستان میں دو قومیں آباد تھیں یعنی ہندو اور مسلمان۔ لہٰذا دو قومیں آباد ہونے کی وجہ سے لازماً دو قومی نظریہ کی بنیاد پڑنا تھی۔ چونکہ اس مقصد کے پیش نظر مسلم لیگ کی بنیاد بمقام ڈھاکہ (بنگلہ دیش) مشرقی پاکستان 23دسمبر 1906ء کو پڑی جس کے پرچم تلے جمع ہوکر مسلمانوں نے پاکستان جیسی عظیم مملکت خداداد حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

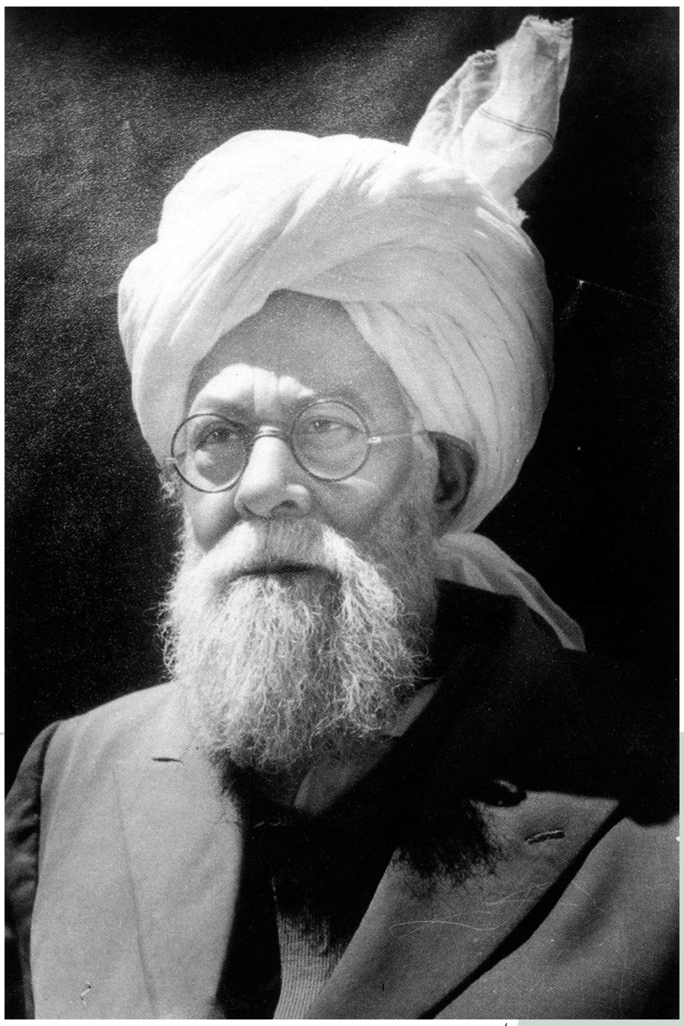

حضرت خلیفۃالمسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مسند امامت پر بیٹھتے ہی مسلمانوں کی رہنمائی کرنا شروع کر دی اور جماعت احمدیہ کو ہندوستان کی قومی جدوجہد میں ایک اہم اور نمایاں مقام پر کھڑا کر دیا اور مسلمانِ ہند کے حقوق کے لیے پوری سرگرمی اور جانفشانی سے اس جدوجہد میں حصہ لیا۔

(الفضل آن لائن 18فروری2020ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ قومی خدمت کے دیگر کارناموں میں نمایاں ترین ہے کیونکہ آپ اگر مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو ہدایت نہ فرماتے کہ قائداعظم کو ہندوستان واپس آکر سیاست میں دوبارہ آنے کی ترغیب وتلقین کریں تو پاکستان بھی معرض وجود میں نہ آتا۔ یہ امر یاد رہے کہ اس واقعہ یعنی بیت الفضل لندن میں قائداعظم کی تقریر کے کئی ماہ بعد یعنی جولائی 1933ء میں لیاقت علی خان اور ان کی بیگم قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی۔ آخر آپ واپس تشریف لے آئے اور پاکستان کے حصول تک مسلمانوں کی قیادت فرمائی۔

(الفضل 17جنوری1945ء)

آپؓ کا یہ انقلابی خطبہ جو آپ نے 12جنوری 1945ء کو آزادئ ہند اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں بیان فرمایا تھا۔ ضروری اقتباسات حضرت مولانا جلال الدین شمس نے انگریزی زبان میں دو ورقہ شکل میں شائع کرکے وزراء دارالعلوم اور دارالامراء کے چھ سو ممبران کے علاوہ دیگر عمائدین و اکابرین کو بھجوایا جس پر انہوں نے شکریہ ادا کیا اور حضرت امام صاحب کی نصیحت کا خاص دلچسپی سے مطالعہ کیا۔ پھر اس آواز کو امریکہ اور ہندوستان میں پھیلایا۔ اس کا خلاصہ مشرقی افریقہ ریڈیو سے چوہدری محمد شریف صاحب بی۔ اے نے نشر کیا۔

(الفضل 9جون1945ء)

تحریک پاکستان کے اہم ترین مراحل میں سے ایک اہم مرحلہ 1945-1946ء میں تھا جب ہندوستان میں مرکزی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات تھے جس میں آپ نے ہر احمدی کو مسلم لیگ کی زبردست مدد کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس بارے میں قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے اخبار ڈان 8اکتوبر 1945ء کے شمارہ میں ایک مفصل خبر شائع کی گئی جس کا عنوان Ahmadia Community to Support Muslim تھا

League یعنی ’’جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی‘‘

(الفضل 22/ اکتوبر 1945ء)

قیام پاکستان اور تحریک آزادی اور برصغیر کے مسلمانوں کے لیے جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے تحریک آزادی کے دوران قدم قدم پر مسلمانوں کی نا صرف علمی ونظری راہنمائی کی بلکہ ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے ہر ممکن عملی کوششیں بھی کیں۔مسلمانوں کے خلاف ہندو کانگریس کے پلیٹ فارم سے اٹھنے والی ہر تحریک شدھی ’ترک موالات‘ خلافت اور ہجرت وغیرہ سے مسلمانان ہند کو بروقت آگاہ کیا۔ انہیں خدمات کے اعتراف میں چند اخبارات کے تأثرات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(1)’’مشرق‘‘ گورکھپور نے لکھا۔ جتنے بھی فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کی مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔

(2)1931ء میں مسلمانان کشمیر کی حمایت اور ڈوگرہ مہاراج سے ان کے حقوق دلوانے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی ملی خدمات اور سیاسی بصیرت اور قائدانہ صلاحیتوں کے اعتراف کے طور پر اس کمیٹی کی صدارت کے لئے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے آپ کا نام پیش کیا۔ آپ کی رہنمائی میں کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور جماعت احمدیہ نے کشمیر کے مسلمانوں کی ناقابل فراموش اور تاریخ ساز خدمات سرانجام دیں۔

حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کے خطبہ جمعہ پر اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر مولوی ثناءاللہ امرتسری نے اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا۔

’’یہ الفاظ کس جرأت اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کانگریسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے۔ چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا حوالہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں نہیں ملے گا۔‘‘

ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃالمسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایک عظیم مملکت دلانے میں کس قدر انتھک محنت اور مسلسل تگ و دَو فرمائی۔ ان کی یہ خدمات کبھی بھی فراموش نہیں کی جا سکیں گی۔حقیقت تو یہ ہے کہ جب بھی پاکستان کی تشکیل کا ذکر ہو گا آپ کو بھی یاد کیا جائے گا۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

(روزنامہ الفضل آن لائن 18فروری 2020ء)

(3)مدراس میل 7/ اپریل 1933ء بعنوان ’’کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کی قیادت‘‘23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قراردادِ پاکستان پاس ہوئی اس کے بعد سرسٹیفورڈ کرپس ہندوستان آئے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک جدید فارمولا پیش کیا جسے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے مسترد کر دیا۔جس کے نتیجے میں ہندوستان کی آزادی ناممکن دکھائی دینے لگی۔ انہی دنوں چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کو کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان جانا پڑا۔ آپ نے انگریز حکومت کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے مدلل اور پرشوکت الفاظ میں پیش کیا کہ دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا اور حکومت برطانیہ نے مجبوراً لارڈ ویول وائسرائے ہند کو انتقال اقتدار کا نیا فارمولا دینے کے لیے لندن طلب کیا اس موقع پر ایک ہندو اخبار ’’بھات‘‘ نے لکھا کہ ’’ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفراللہ خان کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جا کر حق بات کہہ دی‘‘

اس بات کے حق اور مخالفت میں انگلستان کے اخبارات میں مضامین شائع ہوئے اور ہندو مسلم پریس میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اس ضمن میں 23 مارچ کو لاہور میں جو قرارداد پاکستان پاس ہوئی اس کے اصل حقائق پیش خدمت ہیں۔

23مارچ 1940ء میں قرارداد پاکستان لاہور میں پیش کی گئی جس نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست بنام پاکستان کی بنیاد ڈالی۔قرارداد پاکستان کس نے لکھی تھی؟ پاکستانیوں کو علم ہی نہیں کہ حصول آزادی میں قرارداد پاکستان کا کیا کردار تھا۔ اہل علم اور قائد کے ساتھیوں کو اس کا بخوبی علم ہے۔ البتہ ہماری نئی نوجوان نسل کے لیے یہ ضروری ہے۔ اس ضمن میں سر محمد ظفراللہ خان فرماتے ہیں:

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ لارڈ لینتھ گو کے 12مارچ کے خط میں میرے اس خط کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اس حقیقت پر مبنی تھا کہ ہندوستان میں مسلمان ایک واضح طور پر علیحدہ قوم ہیں اور یہ کہ آئینی مسئلے کا واحد تسلی بخش اور قابل قبول حل یہ ہے کہ شمالی مشرقی اور شمال مغربی علاقوں پر مشتمل فیڈریشن قائم کی جائے اور یہ بالکل وہی مطالبہ تھا جو کچھ دنوں بعد 23مارچ 1940ء کی مسلم لیگ کی قرارداد میں پیش کیا گیا۔ دو قومی نظریہ شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشن کے قیام کی سکیم میرے نوٹ میں تفصیل اور وضاحت سے پیش کی گئی ہے۔ جو میرے ہم عصروں یا مجھ سے پہلے لوگوں میں سے کسی دستاویز یا بیان میں قطعاً نہیں۔

(بحوالہ پاکستان ٹائمز 13فروری 1982ء)

سر محمد ظفراللہ خان کا وہ نوٹ جو انہوں نے لارڈ لینتھ گو کو بھجوایا تھا اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’میرا یہ نوٹ ماہ فروری 1940ء کے آخری نصف میں تیار کیا گیا تھا تاکہ اسے سرکاری ڈاک والے تھیلے میں شامل کر دیا جائے جو لارڈ لینتھ گو کے 12مارچ والے خط سے پہلے جاتا تھا۔ اس خط اور میرے نوٹ کے بغور مطالعہ سے یہ بات کسی شک و شبہ کے بغیر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ نوٹ میں نے ذاتی طور پر پہل کر کے خود تیار کیا تھا اور میں اس کے مندرجات کے ہر حصے کا اکیلا ذمہ دار تھا۔

(بحوالہ پاکستان ٹائمز 13فروری 1982ء)

چوہدری سر محمد ظفراللہ خان نے یہ بات بھی واضح کی کہ لارڈ لینتھ گو نے 12مارچ کو اپنے مضمون 1940ء کے مکتوب بنام سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے انڈیا میں خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ میرے نوٹ کی ایک کاپی پہلے ہی قائداعظم کو بھیج دی گئی تھی۔جس نوٹ کی کاپی لارڈ لینتھ گو نے قائداعظم کی خدمت میں بھجوائی تھی جو چند دن بعد وہی سکیم ’’قرارداد پاکستان‘‘ کی شکل میں مسلم لیگ کے اجلاس میں 2مارچ 1940ء میں پاس کی گئی ہے۔

چوہدری ظفراللہ خان پاکستانی مسلم قوم کے وہ خوش بخت سپوت تھے جن کو دیانت، محنت اور اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے غیرمنقسم ہندوستان میں بھی آپ کو اعلیٰ ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ جن کی انجام دہی میں وہ ہر لحاظ سے نہایت کامیاب و کامگار ثابت ہوئے۔ آج ہمیں ان رہنماؤں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے جنہوں نے اس قرارداد کو تحریر کیا اور پیش کیا۔

آپ نے جولائی 1947ء میں پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس لڑا اور قائداعظم کی نظر انتخاب ظفراللہ خان پر پڑی اس تقرری میں مشہور صحافی م۔ش نے لکھا۔ قائداعظم نے چوہدری ظفراللہ کو مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لیے نامزد کیا۔ قائداعظم معمولی انسان نہیں تھے وہ تاثرات کی بناء پر لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ تجربہ کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھا کرتے تھے۔

(بحوالہ نوائے وقت لاہور میگزین 6مارچ 1992ء)

مشہور صحافی منیر احمد منیر لکھتے ہیں:

’’جب ظفراللہ خان باؤنڈری کمیشن کا کیس پیش کر چکے تو قائداعظم نے انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی اور انہیں معانقہ کا شرف بخشا جو قائداعظم کی طرف سے کرۂ ارض پر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔‘‘

قائداعظم نے چوہدری محمد ظفراللہ خان کو انہی خدمات کے پیش نظر پاکستان کا پہلا وزیرخارجہ بنایا۔ 25دسمبر 1948ء تا 1954ء تک وہ اس وزارت پر براجمان رہے اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سالانہ اجلاسات میں پاکستانی وفد کی قیادت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے اقوام متحدہ کے 17ویں اجلاس کی صدارت کی۔ علاوہ ازیں کشمیریوں کو خودمختاری جدوجہد دلانے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا اور اقوام متحدہ میں ان کے حق میں قرارداد پاس کروائی۔ جو ایک کارنامہ تھا جس کو آج تک پاکستانی حکومت اور کشمیری قوم یاد کرتی ہے۔ مزید برآں آپ نے اسلامی امت اور ان ممالک کی آزادی کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور انہیں آزادی دلوائی۔ ان کے کارناموں کی ایک لمبی تفصیل ہے جو آج تک کسی دنیا کے سیاسی لیڈر اور پاکستانی کو نصیب نہیں۔

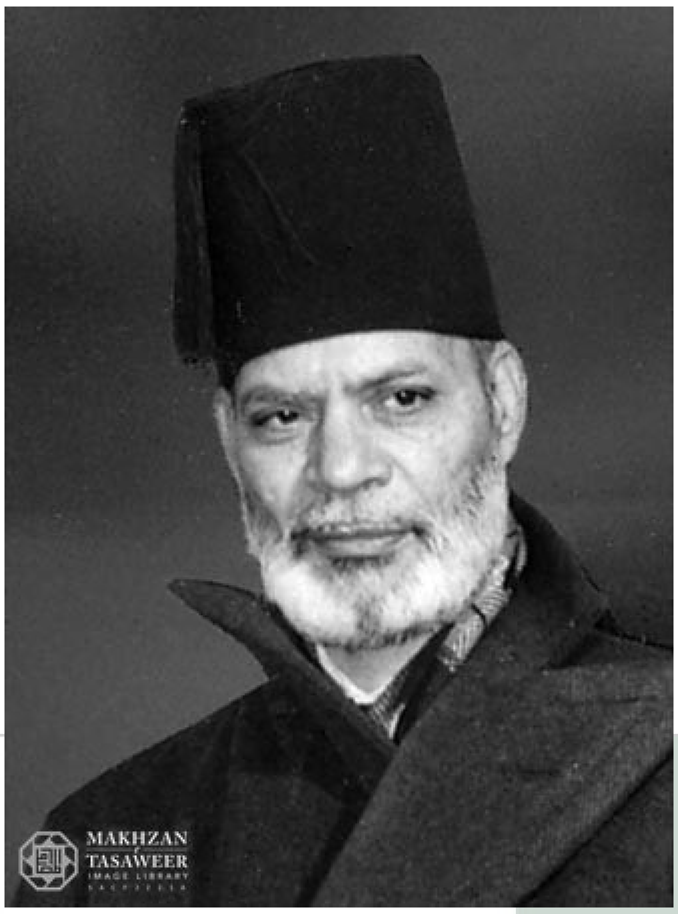

مرزا مظفر احمد مرحوم کی گرانقدر ملی خدمات

حضرت مرزا مظفر احمد مرحوم ایک ممتاز ماہر اقتصادیات تھے۔ آپ عالمی مالیاتی اداروں میں نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے بلکہ آپ اداروں کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہے، چنانچہ آپ ورلڈ بنک کے ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کے سٹاف میں بطور ایگزیکٹو سیکرٹری کے خدمات بجالاتے رہے۔ وطن عزیز پاکستان کے لیے گراں قدر ملی خدمات سرانجام دیں اور پاکستان میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر پاکستان کی تعمیر وترقی کے لیے غیرمعمولی اہمیت کے منصوبے بنانے میں آپ کا کردار مثالی اور تاریخی تھا۔ ان منصوبوں کے ثمرات سے آج تک وطن عزیز کے عوام مستفیض ہو رہے ہیں۔مغربی پاکستان میں آپ سیکرٹری فنانس، ایڈیشنل چیف سیکرٹری اور گورنر اسٹیٹ بنک پاکستان تعینات رہے۔ آپ کے دستخطوں سے پاکستان کے کرنسی نوٹ بھی جاری ہوئے۔ آپ اپنے آپ کو ماہر اقتصادیات کے طور پر منوا چکے تھے۔

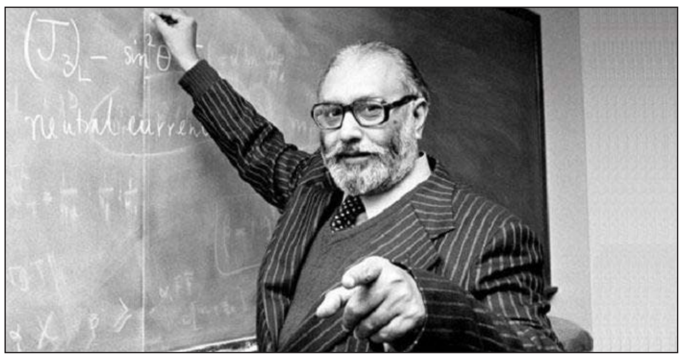

صدر ایوب خان کی جوہر شناس نظر نے آپ کا انتخاب کیا اور پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے آپ کو ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن مقرر کیا اس کمیشن کے صدر خود صدر ایوب خان تھے۔ آپ نے اس کمیشن میں خدمت کے دوران پاکستان کی تعمیر وترقی کے لیے جامع پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ شروع کیا۔ جس کے ذریعہ تربیلا ڈیم، منگلا ڈیم اور ان سے نکلنے والی نہروں کے عظیم منصوبے شروع ہوئے جو آج پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ صدر پاکستان کے اقتصادی امور کے مشیر تھے۔ اور صدر یحییٰ کے دور میں بھی یہ مشیر رہے۔

ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

آپ نے جماعت احمدیہ اور اپنے جذبات اور وفا کا اظہار اپنے پاکستان کے لیے ان شاندار الفاظ میں کیا جو کہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''بہرحال ہم جہاں بھی ہوں ہمارا دل پاکستان کے لیے دھڑکتا ہے۔ ہم جہاں بھی ہوں اپنے وطن کی خدمت کرتے رہیں گے۔ غلط فہمیاں بالآخر دور ہو جائیں گی۔''

(بحوالہ ہفت روزہ حرمت اسلام آباد 27دسمبر 1996ء تا 2جنوری 1997ء صفحہ 44)

یہ حقیقت ہے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب نے ساری عمر ملک وقوم کی خدمت میں صرف کردی اور اپنی خداداد اصلاحیتوں اور قابلیت کے ذریعہ نہ صرف ملک کے اندر رہ کر پاکستان کے لیے گراں قدر خدمات کی توفیق پائی بلکہ بیرون ملک رہ کر بھی اپنے وطن کا نام روشن کیا۔

(ایم ایم احمد/ گرانقدر ملی خدمات alislam.org/urdu/book)

نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام مرحوم کی ملی خدمات

پاکستان سے تعلق رکھنے والے احمدی سائنسدان ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام 1960ء سے 1974ء تک حکومت پاکستان کی جانب سے سائنسی مشیر رہے۔ آپ نے اس عہدہ پر اہم اور پُراثر کردار پاکستان میں سائنس کی ترقی کے لیے ادا کیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنے ملک میں سیاسی تحقیقات کے آغاز میں اہم کردار ادا کیا۔ انہیں ذراعتی طبعیات اور نظریاتی طبعیات میں بھی ایک اہم مقام حاصل تھا۔ وہ پاکستانی خلائی وبالا فضائی تحقیقی ماموریہ کے اوّلین بانیان میں سے تھے انہوں نے پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیئر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی بنیاد رکھی۔ 1998ء میں ملکی تاریخ کے پہلے ایٹمی تجربات کے سلسلے میں پاکستانی حکومت نے ''پاکستانی سائنس دان'' کے نام سے یادگاری ڈاک ٹکٹ کا اجراء کیا جس میں پروفیسر عبدالسلام کی خدمات کو سراہا گیا۔ NETFLIX نے نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کی زندگی پر مبنی معروف دستاویزی فلم بھی بنائی۔ علاوہ ازیں قائداعظم یونیورسٹی کا شعبہ طبعیات ڈاکٹر عبدالسلام کے نام سے منسوب ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام پہلے پاکستانی اور اسلامی دنیا میں دوسرے شخص تھے جنہیں نوبل انعام سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام بیسویں صدی میں تھیوریٹیکل فزکس یعنی غیر عملی طبعیات میں دنیا بھر کی نمایاں شخصیات میں شامل تھے اور ڈاکٹر صاحب نے 1979ء میں نوبیل انعام حاصل کیا تھا۔

پروفیسر عبدالسلام کے بے شمار کارہائے نمایاں ہیں جن کو بین الاقوامی دنیا عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

پاکستانی فوج میں احمدی جرنیلوں کے کارنامے

جس طرح احمدی حضرات نے تحریک آزادی کی جدوجہد اور ملک کی ترقی و استحکام کے لیے نمایاں کام سرانجام دیئے اسی طرح فوج میں بھی نام روشن کیا جن کی مثالیں پیش خدمت ہیں:

6 ستمبر 1965ء کے حوالے سے ہم پاکستان کے تمام شہیدوں اور جانثاروں کو سلام پیش کرتے ہیں۔ آیئے آج ہم سب اہل وطن متحد ہو کر لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک، میجر جنرل افتخار جنجوعہ، جنرل عبدالعلی ملک، میجر جنرل عبداللہ سعید اور ان گنت فوجیوں کو سلام پیش کریں۔

میجر جنرل نذیر احمد ملک: آپ کا تعلق دوالمیال سے تھا۔ آپ کو پاکستان آرمی کا پہلا جنرل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ نے دوسری جنگ عظیم میں حصہ لیا۔ کشمیر کی پہلی جنگ میں آپ کو ایک آرمی ڈویژن کی کمانڈ دی گئی تھی۔

لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک: آپ پاکستان آرمی کے مقبول اور مشہور جنرل تھے۔ آپ 1965ء کی جنگ کے ہیرو تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ نے دوسری جنگ عظیم میں شرکت کی۔ ستمبر 1945ء میں آپ کو برما اور ملایا کے محاذ پر میجر کے طور پر بھیجا گیا اور اعلیٰ خدمات پر آپ کو ''برماسٹار'' سے نوازا گیا۔ میجر جنرل اختر حسین ملک ایک نڈر، بہادر، بے باک، صاف گو انسان تھے۔ وطن عزیز کے لیے آپ کی محبت لازوال تھی۔ آپ کی فوجی حکمت عملی اور فوجی داؤ سب تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ہی نے آرمی آپریشنز جبرالٹر اور آپریشن گرینڈ سلیم کا خاکہ صدر ایوب خان کی منظوری سے تیار کیا تھا۔ پاکستان کی 1965ء کی جنگ میں آپ آپریشن گرینڈ سلیم کے کمانڈر تھے جس میں آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ یاد رہے کہ چھمب کا نام میجر جنرل افتخار جنجوعہ کی جنگی خدمات کے اعتراف میں 20مارچ 1972ء کو افتخار آباد رکھا گیا تھا۔

لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی ملک: آپ پاکستان آرمی انجینئر آفیسر اور ہائی رینکنگ ملٹری جنرل تھے۔ آپ کی شہرت 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں چونڈہ کی ٹینک لڑائی کی وجہ سے ہے۔ آپ کے بھائی اختر حسین ملک بھی آرمی میں جنرل تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی آپ نے اپنی کمال مہارت سے یہ جنگ لڑی۔

میجر جنرل عبداللہ سعید: آپ ملٹری اکیڈمی کاکول کے کمانڈنٹ تھے۔ بلوچستان میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر رہے۔ جنرل صدر ضیاء الحق کے دورحکومت میں میکسیکو اور کیوبا میں پاکستان کے سفیر متعین رہے۔ آپ لاہور جماعت احمدیہ کے امیر ڈاکٹر سعید احمد کے فرزند تھے۔ آپ کی وفات پر صدر ضیاء الحق بنفس نفیس آپ کے خاندان سے اظہار افسوس کرنے لاہور گئے تھے۔

میجر جنرل ناصر احمد چوہدری شہید: پاکستان آرمی کے اس مایہ ناز جنرل نے اپنی سروس کے دوران اعلیٰ خدمات وطن عزیز کے لیے پیش کیں۔ آپ نے 28مئی 2010ء کو ماڈل ٹاؤن احمدیہ مسجد میں دہشت گردی کے سفاک حملے کے دوران 91سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔

میجر قاضی بشیر احمد شہید: آپ ہوتی مردان میں حضرت قاضی محمد یوسف امیر جماعت ہائے سرحد کے ہاں پیدا ہوئے۔ جون 1950ء میں کوہاٹ سے کمیشن حاصل کی۔ 5 ستمبر 1965ء میں جوڑیاں کے محاذ پر شجاعت دکھاتے ہوئے توپ کا گولہ پھٹنے سے جام شہادت نوش کیا۔ مرحوم نے زندگی کے آخری تین دن اس طرح گزارے کے کھانے پینے آرام کرنے کی مہلت بھی نہ ملی وہ مسلسل لڑتے رہے۔ جب ان کی نعش محاذ سے گاڑی پر لائی گئی تو کیا سپاہی اور کیا افسر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس قسم کے واقعات ہمارے احمدی بہادر سپاہیوں کے پاکستان کی فوجی تاریخ میں نمایاں اور کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

راقم الحروف اس مضمون کے دوسرے حصہ ''کیا کھویا'' کا مختصراً ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے اور وہ کچھ یوں ہے۔

ان چند سطروں کی تحریر سے سب کچھ عیاں ہوجائے گا جو ہم نے پایا تھا وہ سب کچھ کھو دیا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سُنت ہے کہ

''وہ قومیں جو اپنی پہلی نعتوں کی قدر نہیں کرتی وہ آئندہ کی نعتوں سے محروم کر دی جاتی ہیں۔''

کل جو بانی قائد کے خلاف تھے وہ آج بھی مخالف ہیں جو قائداعظم کو کافراعظم اور پاکستان کو پلیدستان کہتے تھے وہ آج اوّل درجہ کے شہری ہیں۔ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں عطاء اللہ شاہ بخاری کے حوالے سے جو احراری لیڈر تھے کا لکھا ہے۔ ''اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی 'پ' بھی بنا سکے۔'' لاہور میں جو تقریریں کیں ان میں ایک تقریر میں انہوں نے کہا کہ ''پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔'' مارچ 1940ء کو دہلی کے ایک اجلاس میں قرارداد منظور کی گئی جس میں پاکستان کی تجویز کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ ان تقریروں میں پاکستان کو پلیدستان کہا گیا تھا۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ 28/398)

بانئ پاکستان نے 11/ اگست 1947ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں افتتاحی اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ تمام اقلیتی عوام کو تحفظ دیا جاتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو ہندو نہ رہے گا اور مسلمان مسلمان نہ رہے گا۔ مذہبی مفہوم میں نہیں کیونکہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی مفہوم میں اس مملکت کے ایک شہری کی حیثیت سے۔

(افکار قائداعظم صفحہ 358 مرتبہ محمود عاصم)

بانئ پاکستان کے اصول، ارشادات، خیالات اور سوچ کہیں کھو گئی ہے یا اس کو جان بوجھ کر پس پشت ڈال دیا گیا تبھی آج پوری قوم اس کا نقصان اٹھا رہی ہے۔ یہ میرے قائد کی امنگوں کا پاکستان نہیں جس کے لیے ہمارے بزرگوں نے جو قربانیاں دیں تھیں وہ سب رائیگاں جاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

اللہ اس پاک دھرتی کی حفاظت فرمائے۔

دعا کا تحفہ

رحمت باری کے حصول اور معاملہ میں آسانی کی دعا

اصحاب کہف کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ چند نوجوان تھے جو توحید کی حفاظت کے لئے غاروں میں روپوش ہو گئے اور وہاں یہ دعائیں کرتے رہے۔

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّہَیِّیٴۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۱﴾

(الکہف: 11)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنے حضور سے (خاص) رحمت عطا کر اور ہمارے لئے ہمارے (اس) معاملہ میں رشد وہدایت کا سامان مہیّا کر۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 30)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

جمیل احمد بٹ

قائداعظم کا پاکستان اور 75 سال بعد آج کا پاکستان

قائداعظم کا تصور پاکستان آپ کی تقاریر اور ان کے مطابق کئی دہائیوں پر پھیلے آپ کے طرزِعمل سے خوب ظاہر ہے۔ان میں سے بیشتر کا ذکر آپ کی اس تقریر میں ملتا ہے جو آپ نے دستور ساز اسمبلی کے صدر کے طور پر اس کے پہلے اجلاس میں کی۔آپ نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے مشکلات کے باوجود ریاست کو ایک سال تک ان اصولوں کے تحت انتہائی کامیابی کے ساتھ چلایا۔یہ ایک سالہ مختصر لیکن مثالی دور بھی قائداعظم کے پاکستان کی خوب عکاسی کرتا ہے۔افسوس کہ آج کے پاکستان میں یہ اصول متروک ہو گئے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ موجودہ پاکستان قائداعظم کا پاکستان نہیں ہے۔چند پہلوؤں سے یہ تقابل اس مضمون کا موضوع ہے۔

1۔بنیادی حکومتی ذمہ داری

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا:

''The first duty of a Government is to maintain law and order, so that the life, property and religious beliefs of its subjects are fully protected by the State.''

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August 1947)

ترجمہ:حکومت کی پہلی ذمہ داری قانون اور امن کا برقرار رکھنا ہے تا کہ ریاست شہریوں کی جان مال اور مذہبی عقائد کی پوری حفاظت کر سکے۔

آج کا پاکستان

جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری کی ادائیگی کا حال 7اپریل 2022ء کے Pakistan Today کے مطابق یہ ہے کہ سال رواں کی پہلی سہ ماہی میں صرف کراچی میں چوری اور ڈاکہ کی 11000 وارداتیں ہوئیں اور بہت سے لوگ خود حفاظتی کوششوں میں جان سے بھی گئے۔اخبار کی رائے میں اس سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جرائم کی روک تھام اور شہریوں کی حفاظت میں مکمل ناکامی ظاہر ہے۔

دوسری طرف شہریوں کے مذہبی عقائد کی حفاظت کی ناگفتہ بہ صورت حال ان تازہ واقعات سے ظاہر ہے جن میں سے ایک کے مطابق پانچ شہریوں کو عیدالاضحٰی پر جانوروں کی قربانی کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور دوسرا پنجاب کی حکمران جماعت کے ایک ضلعی رہنما کی حکومت کو خوشاب شہر کے احمدیوں کی اس جرم میں ضلع بدری کی درخواست کہ وہ ایک گھر میں نماز جمعہ ادا کرتے پائے گئے۔

2۔رشوت ستانی اور کرپشن

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا:

'One of the biggest curses from which India is suffering ---is bribery and corruption. That really is a poison. We must put that down with an iron hand and I hope that you will take adequate measures as soon as it is possible ---to do so.'

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August 1947)

ترجمہ:رشوت اور کرپشن ان بڑی لعنتوں میں سے ایک ہے جن میں برصغیر گرفتار ہے۔یہ یقیناً ایک زہر ہے۔جسے ہمیں ایک آہنی ہاتھ سے کچلنا ہو گا۔مجھے امید ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو گا آپ ایسا کرنے کے لئے ضروری اقدامات کریں گے۔

آج کا پاکستان

ٹرانسپیرانسی انٹر نیشنل کی 2021ء کی Corruption Perceptions Index کے مطابق پاکستان نے 100 میں سے 28 نمبر حاصل کئے ہیں۔اور رپورٹ میں شامل 180 ملکوں میں پاکستان کا نمبر 140ہے۔یہ انڈیکس جو کرپشن کا شمار کرتی ہے ان میں رشوت، سرکاری وسائل اور حیثیت کا ذاتی مفاد کے لئے استعمال، دفاتر میں کرپشن کے لئے جان بوجھ کر سست روی، سرکاری تقرریوں میں کنبہ پروری، کرپشن روکنے میں اپنے مفاد کے لئے حکومتی تساہل شامل ہیں۔

3۔تجارتی بددیانتی

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا:

''Black marketing is another curse. ---Now you have to tackle this monster which today is a colossal crime against society, ---These black-marketers ---ought to be very severely punished,'

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August 1947)

ترجمہ:چور بازاری ایک اور لعنت ہے۔اب آپ کو اس عفریت سے نپٹنا ہو گا جو معاشرے کے خلاف ایک بھیانک جرم ہے۔ان چور بازاروں کو سخت سزائیں دی جانی چاہئیں۔

چور بازاری کی تعریف میں، بلا حکومتی اجازت اور لاگو ٹیکس کی ادائیگی کے بغیر غیر ممنوع اشیاء کا کاروبار اور وہ کاروبار جن کی اجازت ہی نہیں جیسے اسمگلنگ، منشیات، اسلحہ، ہیومن ٹریفکنگ وغیرہ سب شامل ہیں۔

آج کا پاکستان

ایکسپریس ٹریبیون کی 25 نومبر 2020ء کی اشاعت کے مطابق 2014ء سے 2018ء کے درمیان پاکستان میں اسمگل شدہ اشیاء کا حجم تین گنا بڑھ گیا اور جی ڈی پی میں اس کا حصہ 13 اعشاریہ میں اس کا حصہ 13عشاریہ 88 فی صد سے بڑھ کر 111عشاریہ 25 فی صد ہو چکا تھا۔

الجزیرہ کی 10 اکتوبر 2014ء کی یوٹیوب ویڈیو کے مطابق پاکستان میں منشیات کا استعمال کرنے والوں کی تعداد 67 لاکھ تھی جو برابر بڑھ رہی تھی۔اس عرصہ میں افغانستان سے پاکستان پہنچنے والی سالانہ 150ٹن

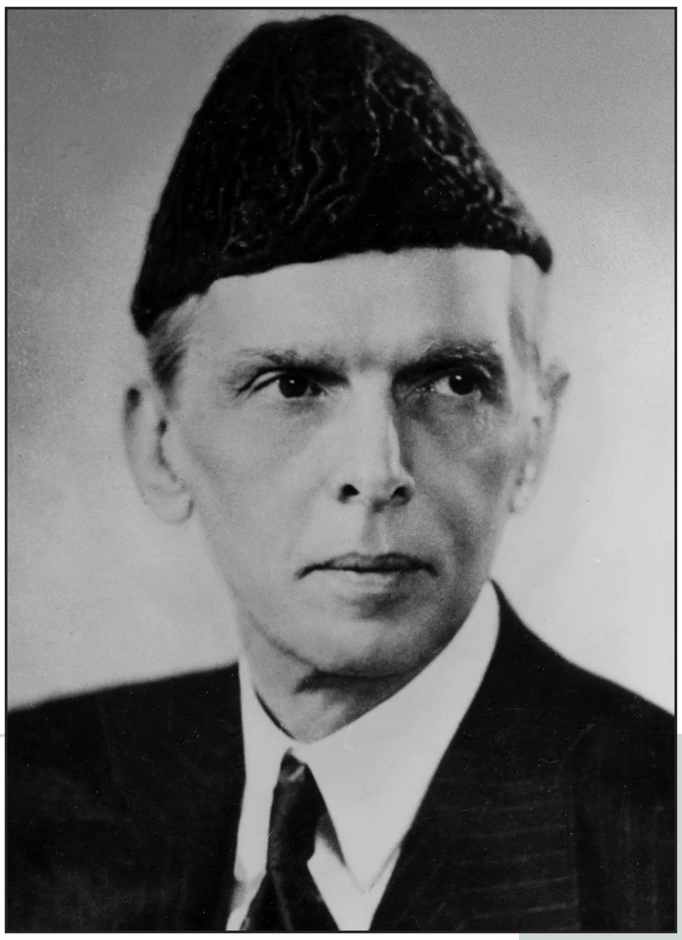

ہیروئن میں سے 44 ٹن یہاں استعمال ہوئی۔

امریکہ کی 2021ء کی ٹریفکنگ رپورٹ کے مطابق 2020ء میں پاکستان میں ہیومن ٹریفکنگ کے شکار افراد کی تعداد 32022 تھی۔جو 2019ء کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔

پاکستان کے تمام قابل ٹیکس کمائی کرنے والوں سے ان کی آمدنیوں پر لاگو کل ٹیکس کی وصولی ایک ایسا معاملہ ہے جو آج تک لاینحل ہے۔ٹیکس نیٹ میں شامل افراد کی تعداد ہمیشہ ہی بہت کم رہی ہے۔چنانچہ مارچ 2022ء میں جاری کردہ ایف بی آر کی 2021ء میں ٹیکس ادا کرنے والوں کی فہرست میں شامل افراد کی کل تعداد ملک بھر میں صرف 28 لاکھ 80 ہزار کے لگ بھگ تھی۔

آمدنی پر ہر ایک سے واجب ٹیکس کی وصولی کی سب حکومتی کوششیں مفادات، احتجاج اور مظاہروں کے ہاتھوں ناکام ہوتی رہی ہیں۔

4۔اقربا پروری اور بدعنوانی

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا:

''the evil of nepotism and jobbery--- must be crushed relentlessly. I want to make it quite clear that I shall never tolerate any kind of jobbery, nepotism or any influence directly or indirectly brought to bear upon me. Wherever I will find that such a practice is in vogue, or is continuing anywhere, low or high, I shall certainly not countenance it.'

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August 1947)

ترجمہ:اقرباپروری اور بدعنوانی کی برائی کو بے رحمی سے کچلنا ہو گا۔میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی قسم کی بدعنوانی یا اقرباپروری اور کسی اثر رسوخ کو جو مجھ پر بالواسطہ یا بلا واسطہ ڈالنے کی کوشش کی جائے گی برداشت نہیں کروں گا۔جہاں کہیں مجھے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ کار رائج ہے خواہ یہ اعلیٰ سطح پر ہو یا ادنیٰ سطح پر یقینی طور پر میں اس کو گوارا نہیں کروں گا۔

یہ اہلیت کی بنیاد پر حکومت چلانے کا اعلان تھا۔اور بظاہر اس قرآنی حکم کے تابع تھا کہ

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا

(النساء:59)

ترجمہ: یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو۔

عملاً بھی آپ نے اپنا یہی طریق رکھا اور قطع نظر کسی فرد کے عقیدہ اور زبان و نسل کے قائد اعظم نے ہمیشہ ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں جو اس کے اہل تھے۔ گورنر جنرل کی حیثیت سے انہوں نے دس افراد پر مشتمل جو پہلی وفاقی کابینہ تشکیل دی اس میں لیاقت علی خان، آئی آئی چندریگر، غلام محمد، سردار عبدالرب نشتر، سر ظفر اللہ خان، غضنفر علی خان، جوگندر ناتھ منڈل، فضل الرحمان، خواجہ شہاب الدین اور پیرزادہ عبدالستار جیسے نیک نام اور اہل لیڈر شامل تھے۔ قائد اعظم نے یہ کابینہ میرٹ اور صرف میرٹ پر تشکیل دی اور کسی کا غیر مسلم یا احمدی ہونا یا اس کا مختلف زبان بولنا یا علاقے سے ہونا کوئی روک نہ بنا۔

اہلیت کی بنیاد پر ہی قائد اعظم اس سے پہلے ایک احمدی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو باونڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا وکیل اور اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے وفد کا سربراہ مقرر فرما چکے تھے۔

آج کا پاکستان

آج اس کے برخلاف عام مشاہدہ کے مطابق حکومتی عہدیداروں کے تقرر میں سب سے اول عقیدہ اور پھر قرابت داری، تعلقات، سفارش اور مفاد درجہ بدرجہ اہمیت اور وزن رکھتے ہیں۔ جبکہ اہلیت کا ہونا یا نہ ہونا اکثر غیر متعلق ہوتا ہے۔ سول اور فوجی اعلیٰ عہدوں پر تقرری اور ترقی میں بھی ملازمین کے عقیدے کو عملاً اہلیت پر فوقیت دی جاتی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل عالمی شہرت رکھنے والے ایک پاکستانی معیشت دان کو محض اس کے احمدی ہونے کے سبب حکومتی ذمہ داری دیئے جانے کا اعلان واپس لے لیا گیا تھا۔

5۔ عوام الناس کی فلاح و بہبود

قائد اعظم کا پاکستان

فرمایا

ا۔ ’’ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مالدار لوگ زیادہ مالدار ہو جائیں اور دولت چند ہاتھوں میں اکھٹی ہو جائے۔ ہمارا مطمح نظر یہ ہونا چاہئے کہ عوام کے معیار زندگی کے درمیان فرق دور کریں۔ ہمارا نصب العین اسلامی معیشت ہونا چاہئے نہ کہ سرمایہ دارانہ نظام۔‘‘

(دہلی میں مسلم لیگ کی پلاننگ کمیٹی کے اجلاس سے خطاب، 6 نومبر 1944ء)

2. ‘Now, if we want to make this great State of Pakistan happy and prosperous, we should wholly and solely concentrate on the well-being of the people and especially of the masses and the poor.’

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on11th August1947)

ترجمہ: اب اگر ہم ریاست پاکستان کو ایک خوشحال ملک بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں مکمل طور پر لوگوں اور خاص طور پر عوام اور غربا کی بہبود پر توجہ دینی چاہیئے۔

آج کا پاکستان

ورلڈ بینک کے اندازہ کے مطابق 2020ء-2021ء میں پاکستان میں غربت کی شرح 139عشاریہ 3 تھی۔ اس کا مطلب تقریباً 40 فی صد آبادی کا غربت کی لکیر پر یا اس سے نیچا ہونا ہے۔ غربت بنیادی انسانی ضروریات خوراک، لباس اور رہائش کا نہ ہونا یا ناکافی ہونا ہے۔ مختصراً غربت بھوک ہے۔

اسی کے بارے میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ یہ انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ ملک میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا غریب ہونا ایک المیہ ہے۔ خطرہ ہے کہ جولائی 2022ء میں مہنگائی کی سالانہ شرح کا 25 فی صد تک پہنچ جانا ملک میں غرباء کی تعداد میں اور بھی اضافہ کا باعث ہوگا۔

ملک قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ خرچ آمدنی سے زیادہ ہے۔ ادائیگیوں کا توازن بگڑا ہوا ہے۔ ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود گندم، چینی، خوردنی تیل امپورٹ کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ان لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو مسلسل ناجائز ذرائع سے اپنے ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز کر رہے ہیں اور اس کی نمائش کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

6۔ سب شہری برابر

قائد اعظم کا پاکستان

فرمایا:

‘If you ---work together in a spirit that everyone of you, no matter to what community he belongs,---no matter what is his color, caste or creed is first, second and last a citizen of this State with equal rights, privileges and obligations, there will be no end to the progress you will make.’

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August 1947)

ترجمہ: اگر آپ مل کر اس جذبہ سے کام کریں گے کہ ہر ایک قطع نظر اس کے کہ وہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتا ہو، اس کا کوئی بھی رنگ، برادری یا عقیدہ ہو وہ برابری کے حقوق، سہولیات اور فرائض کے ساتھ پاکستان کا پہلا، دوسرا اور آخری شہری ہے تو اس ترقی کی کوئی حد نہ ہوگی جو آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

آج کا پاکستان

آج جس طرح ملکی آبادی عقیدہ، برادری، زبان، رہائشی صوبہ اور اس میں مزید شہری اور دیہاتی کی تفریق کا شکار ہے سب کے سامنے ہے۔ اور اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر وہ ترقی معکوس بھی جس کا اظہار عالمی اداروں کے کسی بھی جہت سے بنائے گئے وہ اشاریے ہیں جن میں سے ہر ایک میں پاکستان صف آخر کے ملکوں میں نظر آتا ہے۔

7۔ ریاست کا شہریوں کے مذہب سے لاتعلق ہونا

قائد اعظم کا پاکستان

فرمایا:

“You are free; you are free to go to your temples. You are free to go to your mosques or to any other places of worship in this State of Pakistan. You may belong to any region or caste or creed --that has nothing to do with the business of the State.---

We are starting with this fundamental principle that we are all citizens and equal citizens of one State.

Now, I think we should keep that in front of us as our ideal and you will find that in course of time Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims, not in the religious sense, because that is the personal faith of each individual but in the political sense as citizens of the state.”

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August 1947)

ترجمہ: ’’آپ آزاد ہیں۔ اس ریاست پاکستان میں آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لئے۔ آپ آزاد ہیں اپنی مساجد میں یا کسی اور عبادت گاہ میں جانے کے لئے۔ آپ کا کسی بھی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔۔۔

ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں کہ ہم سب شہری ہیں اور ایک مملکت کے برابر کے شہری ہیں۔

میرے خیال میں ہمیں اسے اپنے مطمح نظر کے طور پر اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت کے ساتھ ہندو، ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان، مسلمان نہیں۔ مذہبی طور پر نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی طور پر ریاست کے شہری ہونے کے ناطے۔‘‘

ریاست کے بارے میں اپنے اس نظریہ کے اظہار سے پہلے بھی قائد اعظم نے عملاً ہمیشہ سیاست کو مذہب سے الگ رکھا۔ چنانچہ 1944ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ کوشش کی گئی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔ کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائد اعظم نے مداخلت کر کے یہ قرار داد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔

(نوائے وقت 10اکتوبر 1953ء بحوالہ سلسلہ احمدیہ جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صفحہ 134)

قائد اعظم کی اصولی بنیاد پر احمدیوں کی اس حمایت کا ذکر اور اس پر ناراضگی کا اظہار کئی جگہ ملتا ہے۔ مثلاً

1. آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور 1944ء میں مولوی عبدالحامد بدایونی نے ایک قرار داد پیش کرنا چاہی جس کا مقصد یہ تھا کہ کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے یہ لوگ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن مسٹر جناح نے اپنے آمرانہ اقتدار سے اس قرار داد کو پیش نہیں ہونے دیا۔

(مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے صفحہ 4 مرتبہ جمعیتہ علماء صوبہ دہلی)

2. ’’مرزا محمود احمد اور اس کی پراپاگنڈہ ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط و کتابت کی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا۔ 1944ء کے ایک اجلاس میں اس کے خلاف ایک قرار داد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی۔‘‘

(احرار کا کتابچہ ’مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی صفحہ 18-19 اکتوبر 1946ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 366-367)

3. ’’قادیانیوں کے اخراج کے متعلق جو تجویز پیش ہونے والی تھی اسے بھی مسٹر جناح نے پیش ہونے سے روک دیا‘‘

(اخبار مدینہ بجنور 5 اگست 1944ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 588)

آج کا پاکستان

قائد اعظم کی اس سوچ کے برعکس پاکستان میں ریاست نے شہریوں کے عقائد سے تعلق جوڑے رکھا۔ قرار داد مقاصد سے آغاز ہوا۔ پھر

1974ء میں دینی اور قانونی حدود سے تجاوز کر کے آئین کی دوسری ترمیم کے ذریعہ آبادی کی ایک حصہ کے مذہبی تشخص کا فیصلہ بھی ریاست کا اختیار ہو گیا۔ بعد میں مزید رڈہ رکھتے ہوئے 1984ء میں ایک آرڈیننس کے تحت اس جماعت کو اپنے عقیدہ کے اظہار، عمل اور اشاعت کو قابل سزا جرم قرار دے دیا گیا۔ ریاست کے مذہب سے اس تعلق کا یہ بدنتیجہ بھی نکلا کہ اب کسی شہری کا شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور بوقت نکاح اپنے مسلم ہونے کا اقرار بھی قانون کی نظر میں اس وقت تک تسلیم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ باوجود بے علم ہونے کے غلط بیانیہ اتہام لگا کر اس جماعت کے پیشوا پر زبان درازی نہیں کرتا۔

8۔ بلا امتیاز انصاف اور غیر جانبداری

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا:

'1. I shall always be guided by the principles of justice and fair-play without any---prejudice or ill-will, in other words, partiality or favoritism. My guiding principle will be justice and complete impartiality.'

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August 1947)

ترجمہ: میں ہمیشہ انصاف کے اصول پر قائم رہوں گا۔ یعنی کسی تعصب، بغض یا دوسرے لفظوں میں جانبداری اور ترجیح کے بغیر میرا رہنما اصول سب کے ساتھ انصاف اور مکمل غیر جانبداری رہے گا۔

2:He wanted the law to be supreme and wanted to see justice dispensed without fear or favour.

(Whither Quaid's Vision, in The Jinnah Anthology, compiled & edited by Liaquat H. Merchant &Sharif Al Mujahid, Page 196, Oxford University Press, 2009)

ترجمہ: قائد اعظم پسند کرتے تھے کہ قانون بالا رہے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ بلا کسی خوف یا جانبداری کے سب کو انصاف ملے۔

قرآنی طریق حکومت بھی انصاف ہی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ

(النساء:59)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔

آج کا پاکستان

دی ورلڈ جسٹس پروجیکٹ کی قانون کی حکمرانی پر 2021ء کے لئے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق 139 ملکوں میں سے پاکستان کا نمبر 130 ہے۔ پروجیکٹ کے طریق کار اور اس کے نتیجہ سے قطع نظر ملک میں انصاف ملنے میں دشواریوں اور تاخیر سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے اس رائج نظام عدل سے واسطہ پڑتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انصاف میں تاخیر، انصاف کا نہ ملنا ہے۔ جون 2021ء میں جیو ٹی وی کی ایک خبر کے مطابق اس وقت ملک کی اعلیٰ اور ماتحت عدالتوں میں زیر ساعت مقدمات کی تعداد 2,159,655 تھی۔ جبکہ ان ججز کی تعداد جو ان مقدمات کو سن رہے تھے یا سنیں گے صرف 3,067 تھی۔ اس طرح ہر جج کے پاس 704 کیس تھے۔ اگرچہ مقدمات کئی کئی نسلوں تک بھی چلتے ہیں لیکن اگر بالفرض ایک مقدمہ کا اوسطاً ایک سال میں فیصلہ ہو جاتا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ ان سب مقدمات کا فیصلہ اگلے 700 سالوں میں متوقع ہے۔

جہاں تک سب کے ساتھ برابر کے انصاف کا تعلق ہے تو اس کا حال ان مقدمات سے خوب ظاہر ہے جن میں احمدی جرم بے گناہی میں سزائیں بھگت رہے ہیں یا ضمانت نہ ہو سکنے کے سبب سالہا سال سے اسیر ہیں۔

9۔ مذہبی رواداری

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا:

'1. Islam stands for justice, equality, fair play, toleration and even generosity to non-Muslims who may be under our protection. They are like brothers to us and would be the citizens of the State.´

(Address at The Muslim University Union, Aligarh,2 November, 1941)

ترجمہ: اسلام اپنے ذمہ تمام غیر مسلموں کے لئے انصاف، برابری، یکساں سلوک، برداشت بلکہ فیاضی کا ضامن ہے۔ وہ ہمارے لئے بھائیوں کی طرح ہیں ریاست کے شہری ہوں گے۔

2۔ ''اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے گا ان کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو۔ ان کا مذہب یا دین یا عقیدہ محفوظ ہوگا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ انہیں اپنے مذہب، عقیدے، اپنی جان اور اپنے تمدن کا تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ بلا امتیاز ذات پات اور عقیدہ ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔''

(14جولائی 1947ء کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس)

3۔ ''پاکستان میں کوئی نظام پاپائیت رائج نہیں ہے۔ اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام ہم سے دیگر عقائد کو برداشت کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور ہم اپنے ساتھ ان لوگوں کے گہرے اشتراک کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہیں جو خود پاکستان کے سچے اور وفادار شہریوں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنے کے لئے آمادہ اور رضامند ہوں۔''

(19فروری 1948ء کو آسٹریلیا کے عوام سے قائد کا نشری خطاب)

4۔ ''مجھے اس بات کا تو علم نہیں کہ دستور کی حتمی شکل کیا ہوگی لیکن مجھے اس امر کا یقین ہے کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا جس میں اسلام کے لازمی اصول شامل ہوں گے۔۔۔۔ بہر نوع پاکستان ایک ایسی مذہبی مملکت نہیں ہوگی جس پر علماء ایک خدائی مشن کے ساتھ حکومت کریں۔ غیر مسلم ہندو، عیسائی اور پارسی ہیں لیکن وہ سب پاکستانی ہیں۔ انہیں وہ تمام حقوق اور مراعات حاصل ہوں گی جو کسی اور شہری کو حاصل ہوسکتی ہیں اور وہ امور پاکستان میں اپنا جائز کردار ادا کر سکیں گے۔''

(فروری 1948ء میں امریکی عوام سے نشری خطاب)

آج کا پاکستان

انسانی حقوق پر نظر رکھنے والے عالمی اداروں کی ہر سال کی رپورٹ میں ملک کی غیر مسلم اقلیتوں، عیسائی، ہندو، سکھ سے ترجیحی سلوک کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مشکلات کا بیان ہوتا ہے۔ ملکی میڈیا میں بھی آئے دن اقلیتی جماعتوں کے افراد، ان کے گھروں اور عبادت گاہوں پر مسلح حملے، ان کی عورتوں کی تبدیلی مذہب اور جبری شادیاں اور توہین مذہب کے قوانین کے تحت ان پر مقدمات کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ حالات سازگار نہ پاتے ہوئے گزشتہ دہائیوں میں بڑی تعداد میں اقلیتی آبادی کی نقل مکانی بھی اس پر شاہد ہے۔

10۔ اتحاد، تنظیم اور ایمان

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا

'Never forget our motto ´Unity, Discipline and Faith'.

(Speech from Radio Pakistan,Lahore,30 October,1947)

ترجمہ: اتحاد، تنظیم اور ایمان کے اصول عمل کو کبھی فراموش نہ کرنا۔

آج کا پاکستان

عقیدے، زبان، ذات اور رہائشی صوبے کی بنیاد پر گروہوں میں بٹے ہوئے، قطار میں کھڑے ہوکر اپنی باری کا انتظار نہ کرسکنے والے اور دین کا علم نہ رکھنے کے سبب اپنے بچے کے کان میں اذان دینے سے جنازہ پڑھوانے تک پیشہ وروں کے محتاج اور جعلی پیروں، فقیروں اور مذہب کا کاروبار کرنے والوں کے پیچھے لگے ہوئے یہ عوام آج اپنے عمل سے ثابت کر رہے ہیں کہ قائد نے اتحاد، تنظیم اور ایمان کے جن اصولوں کو کبھی نہ بھولنے کی نصیحت کی تھی وہ انہیں مکمل طور پر فراموش کر چکے ہیں۔

11۔ انسانی مساوات، معاشرتی انصاف اور انسانی حقوق میں برابری

قائداعظم کا پاکستان

فرمایا:

1.'Brotherhood, equality and fraternity of man—these are all the basic points of our religion, culture and civilization. And we fought for Pakistan because there was a danger of denial of these human rights in this sub-continent.'

(Address to Public Reception,Chittagong26 March, 1948)

ترجمہ: انسانی اخوت مساوات اور بھائی چارہ ہمارے مذہب ثقافت اور تہذیب کے بنیادی نکات ہیں اور ہم نے پاکستان کیلئے جدوجہد اس لیے کی کہ برصغیر ہندوستان میں ان انسانی حقوق کو خطرہ لاحق تھا۔

2۔ ''انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے حقیقی اسلامی تصور پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اس طرح ہم بحیثیت مسلمان اپنے مشن کو پورا کریں گے اور انسانیت کو امن کا پیغام دیں گے جو اکیلا ہی اسے بچا سکتا ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود، خوشحالی اور معاشی ترقی کو محفوظ بنا سکتا ہے۔''

(کراچی میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر تقریر 1 جولائی 1948ء)

قائداعظم کا پاکستان میں انسانی مساوات کے قیام کا یہ عزم غالباً مدینہ کی اس پہلی اسلامی ریاست کے تتبع میں تھا جس کے میثاق میں مہاجر اور انصار مسلمانوں کے ساتھ، مدینہ کے مشرکین اور یہود کو بھی برابری کی بنیاد پر شامل کیا گیا۔ بطور مثال اس میثاق کی ایک شق یہ تھی:

''19۔قبیلہ بنی عوف کی یہود بھی اس معاہدہ میں شامل ہیں۔ اگرچہ مسلمان اور یہودی ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کا مستحق ہوگا لیکن مشترکہ مقاصد میں دونوں ایک جماعت کے حکم میں داخل ہوں گے۔''

(حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل مترجم ابو یحییٰ امام خان صفحہ 269 ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع نہم اپریل 2002ء)

آج کا پاکستان

انسانی مساوات، معاشرتی انصاف اور انسانی حقوق میں برابری کے

ان سنہری اصولوں پر پاکستان میں جس حد تک عمل ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔عملاً یہ سب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ برابری کا سلوک اپنے جیسوں کے ساتھ تو ہے لیکن حیثیت میں کم والے عزت واحترام برابری تک نہیں پہنچتے اور کم درجہ ہی شمار ہوتے ہیں۔ بے حسی اور خودغرضی معاشرے کا عام مزاج ہے اور دوسروں کے لئے ایثار و قربانی مستثنیات میں سے ہیں۔ انصاف کا پلہ طاقتور کی طرف جھکا رہتا ہے۔ اور سارے حقوق بھی اسی پیمانے سے ملتے ہیں۔نتیجہ میں ملک میں خوشحالی اور معاشی ترقی بھی اسی کے بقدر ہے۔

12۔ بیوروکریسی کی حدود

قائداعظم کا پاکستان

آپ نے 14/ اپریل 1948ء کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں سول افسروں سے غیر رسمی بات چیت کرتے ہوئے فرمایا:

"پہلی بات جو میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کو کسی سیاسی جماعت یا کسی سیاستدان کے سیاسی دباؤ میں نہیں آنا چاہئے۔ اگر آپ پاکستان کے وقار اور عظمت کو بڑھانا چاہتے ہیں تو آپ کو کسی دباؤ کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنا فرض منصبی عوام اور ملک کے خادم بن کر بے خوفی اور دیانتداری کے ساتھ سرانجام دینا چاہئے۔ اعمالِ حکومت، ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی ہیں، وزرائے اعظم اور وزراء آتے جاتے رہتے ہیں لیکن آپ حسب معمول برقرار رہتے ہیں اور اس کے لئے آپ پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ سیاسی جماعت یا وہ سیاسی جماعت، یہ سیاسی رہنما یا وہ سیاسی رہنما اس سے آپ کو کچھ سروکار نہیں رکھنا چاہئے۔ یہ آپ کا کام ہے ہی نہیں۔ آئین کے تحت جو بھی حکومت بنتی ہے اور جو کوئی بھی معینہ آئینی راستوں سے وزیر اعظم یا وزیر بن کر آتا ہے آپ کا فرض نہ صرف یہ ہے کہ آپ حکومت کی فرمانبرداری اور وفاداری کے ساتھ خدمت کرتے رہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ شہرت، اپنے وقار، اپنی عزت اور اپنی ملازمت کی نیک نامی کو بھی برقرار رکھیں۔ اگر آپ اس عزم کے ساتھ آغاز کریں گے تو آپ ہمارے تخیل اور ہمارے خوابوں کے مطابق پاکستان یعنی ایک پُرشکوہ مملکت کی اور دنیا کی عظیم ترین قوموں میں سے ایک قوم کی تعمیر میں بہت بڑا کردار ادا کر سکیں گے۔"

آج کا پاکستان

آج کی بیوروکریسی کس حد تک قائداعظم کے اس فرمان پر عمل کر رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔خود حکومتیں بھی بیوروکریسی کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہیں، ہر حکومت کی تبدیلی کے ساتھ بڑے پیمانے پر ردوبدل اسی غرض سے ہوتا ہے۔ اسی سبب بڑے بڑے بیوروکریٹ وقت کے ساتھ احتساب کا سامنا کرتے ہیں۔ اور پاکستان کو ایک پرشکوہ مملکت بنانے کے خواب بدستور ادھورے رہ جاتے ہیں۔

13۔ فوج کا کردار

قائداعظم کا پاکستان

آپ نے 14 جون 1948ء کو اسٹاف کالج کوئٹہ میں فوجی افسروں کو آئینی حلف پڑھ کر سنایا اور ان کی آئینی حدود بتاتے ہوئے فرمایا:

'---the spirit is what really matters. I should like you to study the Constitution--- and understand its true constitutional and legal implications when you say that you will be faithful to the Constitution of the Dominion.

I want you to remember ...that the executive authority flows from the Head of the Government of Pakistan, who is the governor-general and, therefore, any command or orders that may come to you cannot come without the sanction of the Executive Head. This is the legal position.'

آج کا پاکستان

قائد کے اس فرمان پر عمل نہیں کیا گیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ پاکستان میں تیس سال سے زیادہ عرصہ فوج کے چیف براہ راست سربراہ حکومت رہے ہیں۔ اور بالواسطہ یہ حکومت کسی نہ کسی شکل میں تو شاید ہمیشہ رہی ہے۔

14۔ حاصل کلام

قائداعظم کے سامنے پاکستان کے لئے اعلیٰ اصولوں پر مشتمل ایک واضح دستورعمل تھا جن پر عمل کے نتیجہ میں پاکستان کے روشن مستقبل اور اقوام عالم میں ایک اونچے درجہ کے خواب ان کی آنکھوں میں بسے ہوئے تھے۔ جن کا وہ بار بار اظہار بھی کرتے۔ اپنے ایک سالہ دور میں انہوں نے ان اصولوں پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ انہوں نے اہل اور فرض شناس افراد کی ایک چھوٹی سی کابینہ سے کام چلایا۔ سادگی کو رواج دیا۔ کابینہ کے اجلاسوں میں چائے کا ایک کپ بھی پیش نہ ہوتا۔ انہوں نے قومی خزانے کو عوام کی امانت سمجھ کر خرچ کیا رات کو سونے سے پہلے گورنر جنرل ہاؤس کی فالتو بتیاں بجھا دیتے۔ انہوں نے کسی پروٹوکول کے بغیر قانون کا عملی احترام کیا ریلوے کی ٹرین کے گزرنے کا انتظار کیا اور ریلوے کا پھاٹک کھلوا کر آگے جانے سے انکار کیا۔ انہوں نے گورنر ہاؤس میں اپنے اوپر ہونے والے معمولی خرچ کو بھی خود ادا کیا۔ قائداعظم نے اپنی محنت کی کمائی کے ساتھ بنائی جائیدادیں اور اثاثے فلاحی اور تعلیمی اداروں کو وقف کر دیئے۔ انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے ان تھک محنت کی اور وفات تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ بعد میں آنے والوں نے ان اعلیٰ روایات کو قائم رکھنے کے بجائے ان کے برعکس راہوں کو اختیار کیا۔حکومت کو حصول منفعت کا ذریعہ سمجھا اور اس غرض سے ہر بے اصولی کو راہ دی۔ کنبہ پروری کی۔ کرپشن خود بھی کی اور دوسروں کو بھی اس کا موقعہ دیا۔ عوام کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ نظرانداز کر کے اسے آخری ترجیح پر رکھا۔ بے انصافی کا راستہ اپنایا۔ قانون صرف مجبور اور بے کسوں کے لئے رہ گیا اور سب طاقتور اس کی پہنچ سے باہر رکھے گئے۔ اور یوں انصاف کا خون کیا۔ انصاف ہی وہ واحد طریق ہے جو قوموں کو ترقی کے راستوں پر گامزن کرتا ہے۔

قائد کے فرمودات سب کے لئے تھے لیکن کسی نے ان پر عمل نہ کیا۔ مقننہ، عدالتیں، حکومتیں، بیوروکریسی، فوج اور عوام سب نے ان کو پس پشت ڈالے رکھا۔ آج سب نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ اگر اب بھی ایک عزم کے ساتھ قائد کی بتائی ہوئی راہوں کو اختیار کیا جائے تو ان کے کرچی کرچی خواب پھر زندہ ہو سکتے ہیں۔

رپورٹ: نوید احمد لیمن۔ نمائندہ الفضل آن لائن بنگلہ دیش

سلہٹ، بنگلہ دیش میں سیلاب اور جماعت احمدیہ کا کردار

گزشتہ 17 جون 2022 صبح سے میڈیا میں خبر آنی شروع ہوگئی ہے کہ بھارت کے آسام اور میگھالایا علاقہ سے سیلاب کا پانی اچانک پہاڑی ریلے کی صورت میں بنگلہ دیش کے سلہٹ اور شونام گنج ضلع میں داخل ہو رہا ہے۔ اور ہر گھنٹہ گزرنے کے ساتھ ساتھ صورت حال بگڑتی جا رہی ہے۔ ہمارے اسلام گنج جماعت کے صدر مکرم رفیق احمد عالم گیر صاحب اور مقامی مربی مکرم مولانا مدثر الرحمان صاحب اور دیگر احباب نے سیلاب کی اطلاع دے رہے تھے۔ بنگلہ دیش جماعت کے نیشنل امیر محترم و مکرم عبدالاول خان صاحب چودھری نے فوری طور پر یہ ہدایت دی کہ جلد از جلد سیلابی علاقہ میں ٹیم لے کر جائے اور وہاں امداد پہنچائی جائے۔

چنانچہ اسی رات مکرم مولانا شاہ محمد نورالامین صاحب کی قیادت میں ایک مرکزی ٹیم سلہٹ علاقہ کے لئے روانہ ہوگئی جس میں مکرم جناب محمد امتیاز علی صاحب نیشنل سیکرٹری تبلیغ اور مکرم خالد احمد صاحب مہتمم خدمت خلق بھی شامل تھے۔ اس ٹیم نے 18 جون سے سلہٹ میں کام شروع کر دیا اور اس نے شونام گنج میں واقع تین مقامی جماعتوں کے متاثرہ افراد تک کھانے کی خشک اشیاء اور ضروری چیزیں پہنچانے کا کام سرانجام دیا۔ اسلام گنج، بیرگاؤں اور امید پور کی تین جماعتوں کے کل 45 احمدی فیملیز میں انہوں نے ریلف کا سامان پہنچایا اور 315 غیراز جماعت فیملیز تک کھانے پینے کی ضروری اشیاء مہیا کیں۔ ہماری امدادی ٹیم اس علاقہ میں سب سے پہلے پہنچی۔ چند آن لائن اخباروں نے یہ خبر تفصیل کے ساتھ شائع بھی کر دی ہے۔

اسلام گنج میں حال ہی میں ہماری ایک پکی مسجد بنی ہے جس کا نام مسجد مسرور رکھا گیا ہے۔ سارے گاؤں کے لوگ اپنے سامان سمیت اس مسجد میں آ کر پناہ گزین ہوئے کیونکہ یہ اونچی مسجد واحد خشک جگہ تھی۔ غیر احمدی پڑوسیوں سے جماعت کے تعلقات اس وجہ سے بہت اچھے ہو گئے ہیں۔ سلہٹ جماعت کے مربی مکرم محمد روح الباری صاحب اور مقامی جماعت کے صدر جناب رفیق احمد عالمگیر صاحب نے بھی بہت محنت کی ہے۔ ہماری ٹیم کامیاب ڈیوٹی بروقت مکمل کر کے 23 جون کو ڈھاکہ لوٹ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین اجر دے۔ آمین۔

سید ابن علی۔ امریکہ

سایۂ خدائے ذوالجلال

وطن عزیز میں انصاف کا فقدان اور یوم آزادی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے وطن عزیز پاکستان کو آزادی حاصل کئے اب 75 سال ہو رہے ہیں اور ہمیشہ کی طرح اب بھی وطن عزیز میں 14 اگست کا دن بڑے جوش جذبہ اور احترام کے ساتھ یوم آزادی کے طور پر منایا جائے گا۔ ان شاء اللہ

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وطن عزیز پر ہمیشہ اپنا سایہ رکھے۔ اور دشمن کی حاسدانہ نظر سے اسے بچائے رکھے۔ اور اہلیان پاکستان کو خوشحالی عطا کرے۔ ہر ایک کو آزادی اور امن کے ساتھ یہاں رہنا نصیب ہو۔ آمین ثم آمین

یوم آزادی منانے سے نوجوان نسل کو وہ قربانیاں یاد دلانا مقصود ہوتی ہیں جن کے بعد وطن عزیز حاصل کیا گیا۔ اور پھر یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ قوم نے کس کس میدان میں کتنی ترقی کی اور کہاں کہاں مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جب اس نقطہ نظر سے قوم کی حالت پر نظر دوڑائیں تو بڑا بھیانک منظر سامنے آتا ہے یہ صرف کہنے اور لکھنے کی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔ آپ کسی بھی دن کا اخبار پڑھ لیں۔ ٹی وی پر خبریں سن لیں انحطاط اور بدامنی نظر آئے گی۔ نیشنل خبروں میں کم سن بچیوں اور بچوں کے ساتھ زیادتی کی خبریں بار بار دہرائی جارہی ہیں۔ نیز بعض کو زیادتی کے بعد بے رحمی سے قتل کرنے کی خبریں بھی آرہی ہیں۔ نور مقدم قتل کیس، 27 جولائی 2021ء کی خبر کے ساتھ ساتھ یہ خبریں دیکھئے۔ خیبر پختونخواہ میں سگی بہن کو زنجیروں سے باندھ کر کمرے میں بند رکھنے پر تین بھائی گرفتار (بی بی سی اردو)۔ خاموش رہیں اندر لڑکی قتل ہورہی ہے، بی بی سی میں اردو کالم، عاصمہ شیرازی کا کالم ”ہم گنہگار عورتیں“ سیلاب، لوٹ کھسوٹ، بے ایمانی اور مذہب کے نام پر مساجد سے کلمہ مٹانے کی پولیس کی موجودگی میں کارروائی۔ مساجد کے مینار گرانے اور قربانی کرنے والے احمدی مسلمانوں اور قصائی کی گرفتاری وغیرہ ایسے امور ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وطن عزیز میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں۔ میں آپ کو تھوڑا سا ماضی میں لئے چلتا ہوں۔

مذہب کی آڑ اور توہین رسالت کے مذعومہ جرم میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا قتل۔ شہباز بھٹی اقلیتوں کے لیڈر کا قتل کس بنا پر ہوا؟ پھر گوجرہ میں عیسائیوں کے گرجے اور گھروں کو آگ لگانے کی وطن عزیز میں کارروائی۔ احمدیوں کی دو بڑی مساجد واقع لاہور میں 28 مئی 2010ء میں حملہ جس میں 86 سے زائد افراد مارے گئے اور سو سے زائد زخمی ہوئے۔ احمدیوں کی مساجد کی پیشانی سے کلمہ مٹانے کی کارروائی صرف یہی نہیں بلکہ احمدیوں کے قبرستان سے مردے اکھاڑے گئے۔ اُن کے قبرستانوں میں نام کی تختیوں کی بے حرمتی تک کی جارہی ہے۔ اور بعض جگہوں پر فوت شدگان کی تدفین سے بھی روکا جارہا ہے۔ کیا یہی انصاف ہے؟ میں کیا کیا بات لکھوں؟

حال ہی میں عید الاضحیہ پر کئی جگہ احمدیوں کو قربانی سے روکا گیا۔ جانور ہی اٹھا کر لے گئے۔ اور ان کے خلاف پرچہ بھی درج کرایا گیا۔ اس پر کسی مثبت سوچ رکھنے والے نے ٹویٹ کیا۔ کہ اب حد ہوگئی ہے، آپ نے انہیں کافر کہہ دیا۔ اسمبلی سے کافر ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دیا۔ آپ نے علماء سے انہیں کافر ہونے کا فتویٰ بھی صادر کرایا۔ اب ان کو جینے بھی دیں۔ اس پر اس شخص پر لوگوں کے لعن طعن کی بارش ہوگئی۔

اور ستم ظریفی دیکھئے کہ جب حکومتی افسران یورپین ممالک کا دورہ کرتے ہیں اور ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے ملک میں اقلیتوں کے ساتھ یہ ناروا سلوک ہو رہا ہے تو صاف جھوٹ بول دیتے ہیں کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں انہیں ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ اس پر تو یہی صادق آتا ہے کہ

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اس سلسلہ میں مَیں ایک پرانے اخبار سے جو کہ روزنامہ ایکسپریس 12 جنوری 2010ء سے جناب جاوید چودھری صاحب کے ایک کالم سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

عذاب کس کو کہتے ہیں؟

”پاکستان اس وقت دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا سب سے بڑا اتحادی ہے ہم اس جنگ میں وہ سب کچھ کھو چکے ہیں جو 62 برسوں میں حاصل کیا تھا۔ ہماری معیشت آخری دموں پہ پہنچ چکی ہے۔ ہماری انڈسٹری، کاروبار، سیاحت اور بازار بند ہو چکے ہیں۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے۔ جس کے تعلیمی ادارے تک دہشت گردی کی وجہ سے بند ہوگئے تھے۔ پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری ختم ہوچکی ہے پورے ملک کا انفراسٹرکچر ٹوٹ چکا ہے۔ ملک میں 18-18 گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ تمام بڑے شہروں پر خودکش حملوں کے خطرات منڈلاتے رہتے ہیں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں جنگ ہو رہی ہے اس لئے پہلے سوات میدان جنگ تھا، سوات کی جنگ ختم ہوگئی مگر زندگی ابھی تک وہاں پر معمول کے مطابق نہیں آئی۔ سارا معاشرہ بے روزگاری، مہنگائی، تشدد، دہشت گردی، ڈپریشن اور لالیسنیس (Law-lessness) کی انتہاء کو چُھو رہا ہے۔ اور اس جنگ میں ہمارے اتنے فوجی افسر اور فوجی نوجوان شہید ہو چکے ہیں جتنے 3 جنگوں میں نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اس خدمت کا صلہ ہمیں تذلیل، بے عزتی اور توہین کی شکل میں مل رہا ہے۔“

خاکسار یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں اس تراشہ کے سیاسی پہلوؤں پر تو گفتگو نہیں کرنا چاہتا لیکن اخلاقی پہلوؤں کو ضرور چھوؤں گا کہ جس قوم کے اخلاق بگڑ جائیں وہ عذاب ہی کی مستحق ہوتی ہے اور ہر قسم کی آفتیں اس پر آتی ہیں۔ ایسے میں یوم آزادی کا کیا مطلب ہوگا؟

دیکھنے والی بات اور غور کرنے والی بات یہ ہے کہ وہ کیا عزائم اور مقاصد تھے جن کی بنیاد پر پاکستان کو حاصل کیا گیا تھا۔ قائد اعظم کا پاکستان بنانے کے لئے وہ کون سا خواب تھا جو آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا؟

جس ملک میں انصاف کا فقدان ہو جائے۔ جس ملک میں انسانیت کا عزت واحترام ختم ہوجائے۔ جس ملک میں لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت، بے ایمانی اپنی حدوں کو بھی پھلانگ جائے وہاں کس قسم کی آزادی منائی جائے گی!

قوم کس بات پر نازاں ہے؟ کہ ہم بے ایمانی میں بڑھ گئے ہیں۔

قوم کس بات پر خوش ہے؟ کہ ہم نے گذشتہ 75 سالوں میں اپنے ہی لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے کافر بنادیا۔

قوم کس بات پر نازاں ہے اور فخر سے سر بلند کر رہی ہے؟ کہ مُلّاں ازم کا بھوت حکومت کے سر پر سوار ہے جو ان کی گردن کو اب خدائے واحد کے آگے جھکانے کی بجائے مُلّاں ازم کے آگے جھکا رہا ہے۔

جس قوم میں عزت و احترام ختم ہوجائے، مذہب کی آڑ میں انسانی قدروں کا خون کر دیا گیا ہو۔ پھر وہ یوم آزادی کس طرح منا سکتی ہے؟ جیسا کہ میں نے کہا بس سلامیاں لے کر، مساجد میں دعائیں مانگ کر، یہ دعائیں جو مانگتے ہیں خدا ان کو سنتا کیوں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ قوم اپنی کرتوتوں پر شرمندہ نہیں ہوتی، تائب نہیں ہے، لبوں پر دعا اور دل میں کچھ اور۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو ظالم نہیں ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بندے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

خاکسار نے بہت پہلے ایک مضمون لکھا تھا جو امریکہ کے دیگر اخبارات میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا۔

Freedom isn’t freedom without justice.

یہ ملک امریکہ جس کی اکثریت عیسائیت اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھتی ہے جب اس نے اپنا آئین بنایا تو ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی مذہب، قوم اور ملّت سے تعلق رکھتا ہو۔ اسے اس میں پوری آزادی دی ہے۔ وہ کوئی بھی مذہب اختیار کرسکتا ہے۔ لیکن وائے افسوس! وطن عزیز کو آزادی حاصل کرانے میں جس گروپ اور لوگوں نے قربانیاں دیں انہیں ہی آج اس ملک میں بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔

ہر دو ملک کے آئین اور قوانین کو دیکھئے آپ کو بہت بڑا فرق نظر آئے گا، امریکہ ہر ایک کو مذہبی آزادی دیتا ہے جب کہ وطن عزیز میں یہ آزادی آئین اور قانون کے ذریعہ ختم کر دی گئی ہے۔ قائد اعظم نے تو آزادی حاصل کر کے سب کو آزادی دے دی تھی کہ تم آزاد ہو مساجد میں جانے میں تم آزاد ہو۔ اپنے مندر میں جانے کے، ریاست کا تمہارے مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ لیکن جوں ہی بانی پاکستان نے آنکھیں بند کیں تو وہ آزادی سلب کر لی گئی اور اس پر فخر یہ کہ اسے اب آئین کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اٹل قانون بیان فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی جو خود اپنی حالت نہیں بدلتی۔ اور حالت بدلنے کی نشانیاں اور علامات یہ ہیں کہ قوم میں سچائی آجائے، بے ایمانی ختم ہوجائے، ہر ایک کو آزادی دی جائے۔ احترام انسانیت ہو، امتیازی سلوک ختم کیا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قوم میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور تقویٰ پیدا ہوجائے۔

وطن عزیز میں رہنے والے 14 اگست کو بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کو کس چیز پر خراج تحسین پیش کریں گے۔ ان کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے، شائد فاتحہ خوانی بھی کریں۔ لیکن اس کا کیا مقصد ہوگا؟

اے ہمارے محسن بانی پاکستان ہم نے تیرے احسان کا بدلہ پاکستان کو ملاؤں کے اور دہشت گردوں کے سپرد کر کے پوری قوم کا جینا حرام کر دیا ہے۔ ہم نے اقلیتوں کی آزادی سلب کر دی ہے اور اب وہی ہاں وہی جنہوں نے اس ملک کی آزادی کی خاطر قربانیاں دی تھیں ان کو اُن کے بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا ہے۔ اب بتاؤ ہم تیرے احسانوں کا کس طرح شکریہ ادا کریں۔

پس میں وطن عزیز میں رہنے والے ہر دردمند پاکستانی سے عرض کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور قائد اعظم کا خواب شرمندہ تعبیر کریں۔

صرف ساز کی دھنوں پر ہی وجد میں نہ آئیں بلکہ سیدھے راستہ پر ساری قوم کو گامزن ہونا پڑے گا اور ہر اس حرکت سے باز آنا پڑے گا جو وطن عزیز کے کسی شخص کے لئے بھی امن کو برباد کرتا ہو۔ پھر خدائے ذوالمنن کے اس قول پر بھی دھیان دیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا کہ ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک قوم میں اپنا فرستادہ نہ بھیج دیں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

رپورٹ: لئیق احمد عاطف۔ مبلغ و صدر جماعت احمدیہ مالٹا

جماعت احمدیہ مالٹا کی خدمت انسانیت

مالٹا میں عیسائی چرچ کے زیر انتظام معذور افراد کے لئے قائم ایک فلاحی ادارہ Dar tal-Providenza نے عطیات جمع کرنے کے لئے یکم تا تین جولائی 2022ء ایک چیرٹی پروگرام کا انعقاد کیا۔ گزشتہ دو تین سالوں سے جماعت باقاعدگی کے ساتھ اس ادارہ کے چیرٹی ایونٹس میں بھرپور تعاون پیش کر رہی ہے۔ امسال بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے ساتھ جماعت احمدیہ مالٹا نے اس چیرٹی ایونٹ میں بھرپور تعاون کیا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ اس تین روزہ پروگرام کے دوران Volleyball کے میچز بھی ہوتے رہے اور اس میں شامل ہونے والے کھلاڑیوں اور رضا کارانہ طور پر خدمت کرنے والے افراد کے لئے اسی ادارہ کے کچن میں کھانا تیار کرنے کا پروگرام تھا۔ اس سلسلہ میں پروگرام کے دوسرے دن ناشتہ اور دوپہر کے کھانے کی تیاری میں سات افراد جماعت احمدیہ مالٹا بشمول مبلغ سلسلہ نے خدمت کی توفیق پائی۔ اس موقع پر بعض افراد جماعت نے جماعت کے نام والی شرٹس پہن رکھی تھیں جن پر جماعت کا Logo اور جماعت کا ماٹو نمایاں طور پر پرنٹ تھا۔ جو مستقل تبلیغ کا ذریعہ ثابت ہوئیں اور تمام شاملین اور مہمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتی رہیں۔

اسی طرح تینوں دن شام کے وقت عطیات کے لئے موصول ہونے والی فون کالز کے جواب دینے کے لئے بھی تعاون پیش کرنے کی توفیق ملی اور ان مواقع پر کچھ بات کرنے کا موقع ملا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خدمت انسانیت کے بارہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی تعلیمات پیش کی گئیں۔

مؤرخہ 3 جولائی کو اس چیرٹی ایونٹ کے اختتام سے قبل جماعتی تجویز پر ایک دعائیہ تقریب بھی منعقد کی گئی۔ اس دعائیہ تقریب میں اس ادارہ کے سربراہ مکرم پادری مارٹن میکالف صاحب اور مبلغ سلسلہ احمدیہ مالٹا نے دعائیں پیش کیں۔ مبلغ سلسلہ نے دو قرآنی دعائیں خوش الحانی سے پیش کیں اور پھر ان کا مالٹی زبان میں ترجمہ کے ساتھ ساتھ تمام شاملین، رضا کاروں اور عطیات دہندگان کے لئے دعائیں کیں۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم اور محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی برکت سے یہ دعائیہ تقریب اب اس ادارہ کے چیرٹی ایونٹ کا بنیادی حصہ بن گئی ہے اور گزشتہ دو سالوں سے ان کے تمام چیرٹی کے

پروگراموں میں دعائیہ تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ ادارہ ہر سال دو بڑے چیرٹی کے ایونٹ منعقد کرتا ہے۔

یہ پروگرام مالٹا کے سب ٹیلیویژن چینلز پر LIVE نشر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بقیہ صفحہ 3 پر

ایک سبق آموز بات

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا

وہ چھوٹے بچے جو ابھی اسلامی آداب اور تعلیم سے آگاہی کے ابتدائی مراحل میں ہیں انہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا سکھانا اور اس کے فوائد و برکات کے بارے میں بار بار بتانا کتنا ضروری ہے اس کا تجربہ یہ ہوا کہ ہم کہیں ملنے گئے تو بچے السلام علیکم کی بجائے صرف ''سلام'' کہہ کر آگے بڑھ گئے اور السلام علیکم کہنے کے جواب میں صرف ''علیکم'' کہہ دیا۔ والدین سے استفسار پر وضاحت دی گئی کہ آجکل سب short form ہی استعمال کرتے ہیں کیوں کہ یہاں (مغربی ممالک میں) ہر کسی کو مختصراً ہیلو، ہائے کہہ کر خوش آمدید کیا جاتا ہے۔ اسلامی اصطلاحات کا پورا استعمال بچوں کے ذہن نشین کروانے کی ضرورت ہے۔

مرسلہ: ناصرہ احمد۔ کینیڈا

فقہی کارنر

عورت کے حقوق کی بذریعہ دعا حفاظت

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''اگر عورت مرد کے تعدد ازواج پر ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خلع کرا سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتیں جو مسلمانوں میں پیش آنے والی تھیں اپنی شریعت میں ان کا ذکر کر دیتا تا شریعت ناقص نہ رہتی۔ سو تم اے عورتو! اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلاء سے محفوظ رکھے۔ بے شک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو دو جوروئیں کر کے انصاف نہیں کرتا۔ مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے موردِ قہرالٰہی مت بنو۔ ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائے گا۔ اگر تم خدا کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاوے گا۔ اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعداد ازواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قضاء وقدر کا قانون تمہارے لئے کھلا ہے۔ اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہیں تو بذریعہ دعا قضاء و قدر کے قانون سے فائدہ اُٹھاؤ کیونکہ قضاء وقدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آ جاتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 81 مطبوعہ نومبر 1984ء)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

13/اگست 2022ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:37	18:52
مدینہ منورہ	04:32	18:58
قادیان	04:23	19:15
ربوہ	04:03	18:54
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:17	20:29